www.khanqah.in

Visit us at: www.khanqah.in

مبلغ

ہفتہ وار

اشاعت کا پندرھواں سال

15th year of Publication

The Weekly **MUBALLIG**

Srinagar Kashmir

سرینگر کشمیر

قیمت صرف 3 روپے

17 / جنوری 2014ء جمعۃ المبارک 15 ربیع اوّل ۱۴۳۵ھ جلد نمبر: 15 شمارہ نمبر: 03

حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ چھِ فرماوان:

یَس ژٕہ دِکھ تَس نتھ ہیکہِ نہٕ کانٛہہ
کیٛاہ کرٕس گرٕ تے کیٛاہ کرٕس ساعت
یَس ژٕہ نِکھ تَس دِتھ ہیکہٕ نہٕ کانٛہہ
کیٛاہ کرٕس قابلیت کیٛاہ کرٕس ذات

”اے خدا! جس کو تو اپنی نعمتوں سے نوازے گا، اُس کو اُن سے کوئی محروم نہیں کر سکے گا، اُس کو شُبھ گھڑی اور وقت کا فال دیکھنے کی ضرورت بھی نہ ہوگی، جس کو تو اپنی نعمتوں سے محروم کر دیگا اُس کو نعمتیں دُنیا کی کوئی طاقت واپس نہ دے سکے گی، ایسے شخص کو نہ کوئی ذاتی قابلیت ہی کام آسکے گی اور نہ بڑی ذات کا کوئی دعویٰ ہی کچھ فائدہ دے سکے گا۔“

سلام اُس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

مولانا اختر صاحب

حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہ میں اپنے اور غیر کا امتیاز نہ تھا۔ آپ کا خوانِ کرم سب کیلئے کھلا تھا، اور ہر ایک اپنے ظرف کے مطابق حصہ پاتا تھا، حضورِ اکرم کے لطف وکرم کا کیا کہنا، آپ نے تو اپنے سخت سے سخت مخالفوں اور جانی دُشمنوں کے ساتھ بھی محبت ورحمت کا سلوک فرمایا، آپ کے چشمہ رحمت سے اپنے اور غیر دونوں سیراب ہوتے نظر آتے ہیں، آپ صرف رحمۃً للمؤمنین نہیں بلکہ رحمۃً للعالمینؐ تھے۔ ساری دُنیا آپ کے سائبان رحمت کے نیچے پناہ گزیں تھی، خواہ وہ دوست ہوں یا دُشمن، غیروں کی بڑی بڑی گستاخیوں اور شرارتوں کو بھی آپ نے معاف کیا بلکہ ان کے ساتھ لطف وکرم کا معاملہ فرمایا۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حیات طیبہ میں مخالفین کے ساتھ حسن سلوک اور رحیمانہ وکریمانہ برتاؤ کے بہت سے واقعات ملتے ہیں، یہاں نمونہ کے طور پر چند واقعات ذکر کئے جاتے ہیں۔

گُستاخ یہودی کا مطالبہ قرض: زید بن شحنہ ایک یہودی تھا اس سے حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے قرض لیا تھا، ابھی مدت پوری نہیں ہوئی تھی کہ وہ تقاضا کیلئے پہنچ گیا، اور بُری طرح پیش آیا، اس نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کندھے سے چادر اُتار دی اور کرتہ پکڑ کر سختی سے بولا کہ عبدالمطلب کی اولاد بڑی نادہندہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جھڑکا اور بڑی سختی سے جواب دیا، حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم مسکراتے رہے۔ اس کے بعد آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ عمر! تم کو مجھ سے اور اس سے اور طرح کا برتاؤ کرنا تھا، تم مجھ سے کہتے کہ ادائیگی ہونی چاہیے اور اسے سکھاتے کہ تقاضا اچھے لفظوں میں کرنا چاہیے۔ پھر آپ نے زید کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ اسکا قرض ادا کر دو اور بیس صاع زائد بھی دینا کیوں کہ تم نے اسے جھڑکا بھی تھا۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ زید مسلمان ہو گیا۔ (کتاب الشفاء صفحہ ۴۵)

ابوسفیان کے ساتھ برتاؤ: ابوسفیان بن حرب اموی وہ شخص تھے جو حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سخت ترین دُشمن تھے۔ جنہوں نے جنگ اُحد واحزاب وغیرہ میں حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر فوج کشی کی تھی، وہ قبل از اسلام ایام جنگ کے دوران گرفتار ہو گئے۔ حضور نے نہایت مہربانی کے ساتھ اس سے کلام فرمایا کہ ”افسوس ابوسفیان! ابھی وقت نہیں ہوا کہ تم اتنی بات سمجھ جاؤ گے کہ خدا کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔“ ابوسفیان نے کہا: ”میرے ماں باپ حضورؐ پر قربان! آپ کتنے بُردبار، قرابت کا کتنا حق ادا کرنے والے اور کس قدر دُشمنوں پر عفو وکرم کرنے والے ہیں۔“ (رحمۃً للعالمینؐ جلد ۲/۲ ۳۴۲) کیسی تھی آپ کی بردباری، کریم النفسی، وسعت قلبی اور رحمۃً للعالمینی؟ جس نے دُشمنوں سے اعتراف کرا لیا، دُنیا میں کس فاتح کی تاریخ میں ملے گا کہ اس نے اپنے سخت سے سخت دُشمن پر قابو پانے کے بعد اس کو سوچنے اور غور کرنے کی مہلت دی ہو، یہ رحمۃً للعالمینؐ ہی تھے، جنہوں نے ابوسفیان جیسے جانی دُشمن کو سوچنے کا موقع دیا، بلکہ کرم بھی فرمایا کہ فتح مکہ کے موقع پر ان کے گھر کو لوگوں کیلئے جائے پناہ قرار دیا۔ اور اعلان فرمادیا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے وہ مامون ہے۔ کسی دُشمن کے ساتھ اتنی کرم فرمائی سوائے رحمۃً للعالمینؐ کے کون کر سکتا تھا؟

زینب بنت الحارث بن سلام خیبر کی یہودیہ نے گوشت میں زہر ڈال کر حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کھلایا، اس نے (اقبال جرم بھی کر لیا، نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پھر بھی اسے معاف فرما دیا۔ (رحمۃ للعالمینؐ: ۲/۲ ۳۴۲)

جانی دُشمنوں کو معافی: امام احمد وطبرانی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص کو گرفتار کر کے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے پیش کیا گیا اور عرض کیا گیا کہ یہ حضور کے قتل کے ارادے سے آیا تھا۔ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اسے تسلی دے کر فرمایا کہ تم اس الزام سے مت ڈرو (پھر اسے رہا کر دیا اور فرمایا کہ اگر تیرا ارادہ بھی ہوگا تو قابو نہ پا سکے گا۔ (کتاب الشفاء: ۴۸)

حدیبیہ کے میدان میں حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم مسلمانوں کے ساتھ نماز فجر پڑھ رہے تھے، ستر اسی آدمی چپکے سے کوہِ تنعیم سے اُترے تا کہ حضور کو اور مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے قتل کر دیں یہ سب گرفتار ہو گئے۔ مگر نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو بلا کسی فدیہ اور سزا کے آزاد فرما دیا۔

(بخاری باب اذا استشفع المشرکون)

بد دُعا سے انکار: طائف میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم وعظ وتبلیغ کیلئے تشریف لے گئے تھے، وہاں کے باشندوں نے حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر کیچڑ پھینکی، آوازے لگائے، اتنے پتھر مارے کہ حضور لہو سے تربہ تر اور بے ہوش ہو گئے۔ پھر بھی آپ نے یہی فرمایا کہ میں ان لوگوں کی ہلاکت نہیں چاہتا کیوں کہ اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو اُمید ہے کہ ان کی اولاد اسلام لائے گی۔ (بخاری) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کبھی اپنی ذات مبارک کیلئے کسی سے انتقام نہیں لیا۔

جنگ اُحد میں کافروں نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دانت توڑے، سر پھوڑا، حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک غار میں بھی گر گئے تھے،

ضروری گذارش: محترم قارئین کرام! یہ اَخبار عام اخباروں کی طرح نہیں، اسلئے اس کا اَدب واحترام ہمیشہ قارئین پر واجب ہے۔ مدیر

صحابہؓ نے عرض کیا کہ ان پر بد دُعا فرما دیجئے، حضور نے فرمایا: میں لعنت کرنے کیلئے نبی نہیں بنایا گیا، خدا نے مجھے لوگوں کو اپنی بارگاہ میں بلانے کیلئے بھیجا ہے، اے خدا! میری قوم کی ہدایت فرما، یہ مجھے نہیں جانتے ہیں۔

(شفاء، قاضی عیاض: ۴۷)

بدر کے قیدیوں کے ساتھ برتاؤ: جنگ بدر میں جب کفار مکہ قید کئے گئے تو ان میں حضرت عباسؓ بھی تھے، بدر کے دوسرے قیدیوں کے ساتھ حضرت عباسؓ کی مشکیں بھی کسی گئی اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کی کراہ سُنی تو آپ کو رات میں نیند نہیں آئی، حضور کروٹیں بدلتے رہے، ایک انصاری نے عرض کیا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کچھ تکلیف ہے؟ فرمایا نہیں مگر عباسؓ کے کراہنے کی آواز میرے کان میں آرہی ہے اس لئے مجھے چین نہیں آتا، انصاری چپکے سے اُٹھے اور عباسؓ کی مشکیں ڈھیلی کر دی۔ اُنہیں آرام مل گیا تو وہ فوراً سو گئے، انصاری پھر حاضر خدمت ہوئے، حضور نے پوچھا کہ اَب عباسؓ کی آواز کیوں نہیں آتی؟ انصاری نے عرض کیا میں نے ان کے بندھن کھول دئے ہیں۔ فرمایا جاؤ، تمام قیدیوں کے بندھن کھول دو، جب حضور کو اطلاع دی گئی کہ تمام قیدی اَب آرام سے ہیں، تب نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اضطراب دُور ہوا اور حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آرام فرمایا۔ (فتح الباری: ۳۲۴/۸) سوچنے کا مقام ہے یہ وہ قیدی تھے جنہوں نے مسلسل تیرہ سال تک مسلمانوں کو ستایا تھا، کسی کو آگ پر لٹایا، کسی کو خون میں نہلایا، کسی کو بھاری پتھروں کے نیچے دبایا، کسی کو سخت اذیتوں کے بعد خاک وخون میں سلا دیا، پھر اُن کے ساتھ یہ نرمی یہ سلوک، بے شک آپ دُنیا میں رحمتِ عالم بن کر آئے تھے۔

ایک منافق کے ساتھ حُسن سلوک: عبداللہ بن ابی بن سلول مدینہ میں بہت بڑا منافق تھا، اس نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف بڑی بڑی سازشیں کی تھیں اور مسلمانوں کو کئی بار دھوکے دیئے تھے۔ لیکن حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نوازش وکرم اور بڑے سے بڑے دُشمن کے ساتھ بھی دلداری اور احسان کا عالم یہ ہے کہ جب عبداللہ بن ابی کی لاش قبر میں اُتاری گئی، حضور وہاں تشریف لے گئے، آپ نے حکم دیا کہ لاش قبر سے نکالی جائے، اسکے بعد آپ نے اس کو اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اپنا لعاب دہن اس پر ڈالا اور قمیص مبارک اس کو پہنائی (بخاری شریف کتاب الجنائز: جلد ۱/۱۸۰)

www.khanqah.in

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے چند مکاتیب

مولانا محمد ساجد

چھٹی صدی عیسوی میں دُنیا کی سیاسی قوتوں کے دو بڑے مرکز تھے جزیرہ نما عرب کے مشرق میں خلیج فارس کے ساحل پر ایرانی حکومت قائم تھی اس کا رقبہ فرغانہ وافغانستان سے یمن تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ اس وقت ایشیاء کی سب سے بڑی سلطنت اور ایک عظیم الشان تہذیب کا گہوارہ تھی جب کہ مغرب میں بحر احمر کے کناروں سے بحر اسود تک روم (بازنطین) کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی اس وقت روم اٹلی کے دارالسلطنت کا نام عرب بازنطین کو روم کے نام سے موسوم کرتے تھے، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت دحیہ بن حلیفہ کلبی کو فرمانِ رسالت دے کر یہاں بھیجا یہ خط قیصر روم کے سامنے پیش ہوا تو اس نے حکم دیا کہ اگر عرب کا کوئی شخص مل جائے اسے لایا جائے اتفاق سے بیت المقدس جس کی زیارت کیلئے قیصر روم نہایت شان وشوکت سے وہاں ٹھہرا ہوا تھا قریب ہی قریش مکہ کے تاجروں کا ایک قافلہ بھی وہاں مقیم تھا، امیر قافلہ ابوسفیان جو کہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے حسب حکم شاہی دربار میں حاضر ہوئے، شاہ نے قریش کے قافلہ سے مخاطب ہوکر پوچھا! کیا تم میں کوئی اس مدعی نبوت کا رشتہ دار ہے؟ ابوسفیان نے اثبات میں جواب دیا اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اخلاق عظیمہ آپ کے شرافت ونجابت سچائی اور دیانتداری و پاکدامنی کی تصدیق کی، ابوسفیان کا یہ مکالمہ بہت معنویت کا حامل ہے مکالمہ کے اختتام پر نامہ مبارک پڑھنے کا حکم ہوا جس میں لکھا تھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ کے بندے اور اسکے رسول محمد کی جانب سے ہرقل شاہ روم کے نام! اس پر سلامتی ہو جس نے راہِ راست اختیار کی بعدازاں میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام اختیار کرو تمہیں سلامتی حاصل ہوگی، خدا تمہیں دوہرا اَجر عطا کرے گا لیکن اگر منہ موڑا تو ساری قوم اور اسکے گناہ کی ذمہ داری بھی تمہارے اوپر عائد ہوگی، اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی سیدھی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مسلم ہے وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی چیز کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم سے کوئی اللہ سے ہٹ کر باہم ایک دوسرے کو اَپنا رب بنائیں پھر اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلم ہیں۔

(محمد رسول للہ)

قیصر نے ابوسفیان سے جو گفتگو کی تھی اہل دربار اس سے سخت مشتعل تھے فرمان رسالت کے پڑھے جانے سے اور بھی برہم ہوگئے قیصر نے یہ رنگ دیکھا تو فوراً بدل گیا اور کہنے لگا:

''اگر مجھے اپنے لوگوں سے اپنی جان کا خوف نہ ہوتا تو میں ضرور تمہارے نبی کا اتّباع کرتا بلاشبہ وہ ہی نبی ہیں جن کے ہم منتظر تھے۔''

فارس وسط ایشیاء کا عظیم تاریخی ملک ہے یہ بھی روم کی طرح قدیم شہنشاہیت کا گہوارہ رہا ہے، فارس کی سلطنت کا دائرہ سندھ سے لے کر عراق اور عرب کے دوسرے حصوں یمن بحرین اور عمان تک دراز تھا چوں کہ روم وفارس کی سلطنتوں پر صدیاں بیت گئی تھیں اسلئے زمانہ کے امتداد نے اس ملک کو مختلف خرابیوں میں مبتلا کردیا تھا۔ ہر شخص یہاں پر لعل وگوہر کی تلاش اور سرمایہ داری کے نشہ میں رہتا تھا یہاں کے لوگ بڑے دقیقہ سنج اور نکتہ آفریں تھے، یہاں کے حکمرانوں کی دادودہش عجیب وغریب تھی بیرونی ممالک کے سفارت کار بھی ان کی شان وشوکت دیکھ کر دنگ رہ جاتے تھے مذہبی اعتبار سے یہ لوگ آتش پرست تھے۔ ۶۲۸ء میں بارگاہِ نبوت کے سفیر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی جب مکتوب گرامی لے کر فارس پہنچے تو خسرو پرویز نینوی میں مقیم تھا اور قیصر روم سے جنگ کی تیاری کررہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی نے نامہ مبارک شہنشاہ فارس کے سامنے پیش کردیا خط میں لکھا تھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ کے بندے اور اسکے رسول محمد کی طرف سے فارس کے بادشاہ کسریٰ کی طرف، سلام اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد اسکے بندے اور رسول ہیں۔ میں تمہیں دعوت الٰہی کی طرف بلاتا ہوں کیونکہ سارے ہی انسانوں کی طرف بھیجا ہوا خدا کا رسول ہوں تاکہ جو بھی زندہ ہو اسے خوف دلاؤں اور کافروں پر بات ثابت ہوکر رہے اسلام اختیار کرو سلامت رہو گے لیکن اگر انکار کیا تو تمام مجوس کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔'' (محمد رسول اللہ)

خسرو پرویز مکتوب کے آزادانہ لہجے اس کے بے باکانہ ایجاز اور اس کے صاف گویانہ انداز کو دیکھ کر ششدرره گیا، جس کے آستانہ عظمت پر کروڑوں انسان سجدہ ریز ہوتے تھے وہ حیران تھا کوئی شخص ایسا بھی ہے جو اپنا نام پہلے لکھنے کی جرأت کرتا ہے خسرو نے غصّہ میں آکر اس گرامی نامے کو چاک کردیا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ نے اس بادشاہ کو خبردار بھی کیا اور آکر سارا واقعہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں بیان کردیا، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

''اسی طرح کسریٰ کی حکومت بھی چاک ہوجائے گی۔''

چنانچہ چند سال کے بعد ہی عہد فاروقی میں اس حکومت کے پرخچے اُڑ گئے اور خسرو کو بے پناہ مظالم کے سبب مخالف بادشاہ نے قتل کرادیا۔

براعظم کے شمال میں مصر کا ملک تاریخ کے ابتدائی زمانے سے تہذیب وتمدن کا مالک رہا ہے، بعثت نبوی کے وقت مصر میں دو قومیں قبطی اور رومی آباد تھیں رومیوں کے حاکمانہ اَثر نے یہاں عیسائیت کو پروان چڑھایا مقوقس یہاں کے نائب السلطنت تھا یہ شخص اپنے مذہب کا بڑا عالم تھا رحمۃ للعالمین نے اس ملک کی طرف بھی نظر عنایت فرمائی اور حضرت حاطب ابن بلتعہ مکتوب نبویؐ لے کر یہاں کی راجدھانی اسکندریہ پہنچے اور مکتوب پیش کردیا جس میں لکھا تھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ کے بندے اور اسکے رسول محمد کی طرف سے قوم قبط کے حاکم مقوقس کے نام۔

سلام اس پر جس نے راہِ راست اختیار کی بعدازاں! میں تمہیں اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں اسلام قبول کرلو محفوظ وسلامت رہو گے، اللہ تم کو دہرا اَجر عطا کرے گا لیکن اگر ا//

بقصیہ صفحہ 7 پر......

SAMEER & CO
Deals with:
PLY WOOD, HARDWARE,
PAINTS ETC
ایک بار آزمایئے، بار بار تشریف لایئے
H.O:K.P. ROAD ISLAMABAD
Contact No's: 9419040053

CHAND
SOLARS
NEAR J&K BANK,
T.P. BRANCH
KULGAM
Cell No's: 9419639044,
9596106546

SIRCOMPUTERS
DANGERPORA
ISLAMABAD
Cell No's: 9419412525

عورتوں کے حقوق کہاں سے آئے؟

ابوالخیر

عورتوں کے حقوق کے تعلق سے بات ہورہی ہے، اس لئے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اسلام میں عورتوں کے حقوق کہاں سے آئے ہیں؟ اور جس ہستی نے یہ حقوق لائے ہیں، اس کی شان کیا ہے اور اس کا مقام کیا ہے؟ جب اس شخصیت کی شان اور مقام سے متعلق تھوڑی سی جانکاری ہوگی پھر یہ بھی اندازہ ہوگا کہ اس ہستی نے عورتوں کے جو حقوق بتائے ہوں گے وہ کیسی شان والے، رُتبے والے، اور دُنیا و آخرت میں سرخرو کرنے والے حقوق ہونگے، چاہیے ان حقوق کی افادیت ہماری ناقص سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

حضرت محمد مدنی (ﷺ) کی کیا شان ہے! اللہ اکبر۔ کچھ وقت پہلے برصغیر کے معروف مبلغ مولانا طارق جمیل دامت برکاتہم نے لاہور کے ایک جلسے میں وعظ فرمایا، وعظ میں حضور اکرم (ﷺ) کی شان اور مقام کے تعلق سے جب بات کی تو فرمایا: یہ دوکوڑی کا آدمی حضرت محمد (ﷺ) کی شان اور مقام کے متعلق کیا بات کرسکتا ہے! پھر کہا: موسیٰ علیہ السلام پر عرش سے تجلی پڑی عرش کے اوپر سے، عرش کتنی دور ہے اس کا اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کو نہیں پتہ، یہ جو آسمان ہے آج تک کسی نے نہیں دیکھا، اس کو آج تک کسی نے بھی نہیں دیکھا، اس میں یہ جو خلاء ہے اس کے ستانوے فیصد حصے میں تاریکی ہے، یعنی اس حصے میں روشنی نہیں ہوتی۔ اندھیرا ہے۔ تین فی صد میں روشنی ہے یعنی یہی ۳فیصد روشن ہے۔ باقی میں اندھیرا ہے، ۹۷فیصد حصے میں اندھیرا ہے، اور یہ جو ۳فیصد حصہ روشن ہے اس میں 5/ارب کہکشائیں ہیں، 5/ارب Galaxies اور ایک ایک کہکشاں میں دس دس کھرب سیارے ہیں، اور جس کہکشاں میں ہم رہتے ہیں یعنی جس کہکشاں میں ہمارا نظام شمسی ہے اس کا فاصلہ بیس لاکھ Light Years ہیں لائٹ اِیئر کا کیا مطلب؟ یعنی ایک لاکھ 86 ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار بیس لاکھ سال اگر سفر کیا جائے تو تب جا کر ہماری کہکشاں ختم ہوگی۔ اور ایسی 5/ارب کہکشائیں ہیں۔ ہماری کہکشاں 17 کہکشاں کے ساتھ ملی ہوئی ہیں یعنی ہم 17 کہکشاؤں کے ایک مجموعے میں رہتے ہیں۔ یہ جو 17 اکٹھی ہیں ان کا فاصلہ 20 لاکھ نوری سال ہیں۔ 5 ارب کا کون سا حساب لگائے گا؟!! پھر آسمان کا اوپر،//

www.khanqah.in

ہفتہ وار
مبلغ
سرینگر کشمیر
17 رجنوری 2014ء جمعۃ المبارک

مغربی مزاج سے بچتے رہئے

مادیت طبعی تاریخی اور علمی اسباب کی بناپر تاریخ کے قدیم ترین عہد سے مغربی تہذیب اور مغربی زندگی کی روح اور اس کا مزاج بن گئی ہے۔ مغرب کے اس امتیاز کی طرف مغرب و مشرق کے متعدد علماء نے توجہ دلائی ہے، علماء مشرق میں سے صاحب نظر اور صاحب فراست سیاح عبدالرحمٰن کواکبی نے اس صدی کی ابتدا میں اپنی کتاب (طبائع الاستبداد) میں اس حقیقت کا ذکر کیا ہے:۔

''مغربی اپنی زندگی میں مادہ پرست، طبیعت کا مضبوط اور معاملہ کا سخت ہوتا ہے، اس کی طبیعت خودغرض، کینہ ور اور انتقامی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان بلند اصولوں اور شریفانہ جذبات میں سے اب اس کے پاس کچھ باقی نہیں رہا، جو مشرق کی مسیحیت نے اس کو عطا کئے تھے، ایک جرمن ہی کو لو، مزاج کا خشک، اور طبیعت کا اکھڑ، اس کے نزدیک ایک کمزور انسان زندہ رہنے کا مستحق ہی نہیں، اس کے نزدیک ہر قسم کی برتری قوت ہی میں پائی جاتی ہے اور قوتوں کا مرکز مال ہے، وہ علم کا ضرور قدردان ہے، لیکن مال ہی کے خاطر، وہ عزت کا بھی شائق ہے، لیکن مال ہی کی غرض سے، لاطینی اور اطالوی کی فطرت میں خود پسندی اور سبک عقلی ہے، اس کے نزدیک عقل نام ہے آزادی اور بے قیدی کا، زندگی کہتے ہیں بے حیائی کو، عزت نام ہے زینت ولباس اور لوگوں پر غالب آجانے کا۔''

مغربی فطرت ونفسیات کی یہ صحیح تفسیر و تحلیل ہے، مرحوم کواکبی نے ان دونوں قوموں کو محض نمونے کے طور پر انتخاب کیا، ورنہ جزئی، قومی خصائص کے علاوہ مادّہ پرستی، دولت کے عشق، خود غرضی اور معاملہ کی شدت میں مغرب کی ساری قومیں شریک ہیں۔

یہ مادہ پرستانہ روح یورپ کے تمام سیاسی اجتماعی اور اخلاقی قدیم وجدید نظامات میں جاری وساری نظر آئے گی، حتیٰ کہ اس روحانی تحریک کی جس سے یورپ کو بڑی دلچسپی پیدا ہوگئی ہے، روح بھی مادیت ہی ہے، وہ بھی دوسری صنعتوں اور فنوں کی طرح ایک سائنس اور آرٹ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ عالمِ روحانیت کے عجائبات کی سیر کی جائے اسکے اسرار معلوم کئے جائیں، مُردوں کی روحوں سے بات چیت کی جائے، اور تفریح وتسکین نفس کا سامان بہم پہنچایا جائے، مشرق کی اسلامی روحانیت وتصوف کے برخلاف اسکو تزکیہ نفس، اصلاحِ قلب، خشیتِ الٰہی، عمل صالح اور موت کے بعد کی زندگی اور اسکی تیاری سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح سے وہ کام جس میں یورپ میں لوگ اپنی جانیں دیتے ہیں محض مادّی اغراض کیلئے ہوتے ہیں، اگر ان کا تجزیہ کیا جائے تو کسی نہ کسی مادّی غرض وغایت پر مبنی اور منتہی ہوتے ہیں، مثلاً شہرت، تاریخ میں ذکر، جذبہ مسابقت، قومی ووطنی اعزاز وفخر، ان میں کہیں خدا کی رضا مطلوب نہیں ہوتی، اس کے برخلاف مسلمان ہر کام میں خدا کی خوشنودی کا طالب ہوتا ہے، اور خاص اس کی رضا کیلئے عمل کرنا چاہتا ہے جو چیزیں مغرب میں عین مقصود ہیں، وہ یہاں قابلِ احتراز اور لائق اجتناب ہیں، جو چیز مغرب میں فخر ونازکی ہے، مسلمان کیلئے ننگ وعار ہے۔

جواھر القرآن

سورۂ کوثر **قسط۔2**

اِنّا اَعطَینٰکَ ....الخ''

ابن کثیرؒ نے اس روایت کو نقل کر کے مزید لکھا ہے: ''حوض کی صفت کے سلسلہ میں روایاتِ حدیث میں آیا ہے کہ اس میں دو پرنالے آسمان سے گریں گے جو نہر کوثر کے پانی سے حوض کو بھر دیں گے اس کے برتن آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہونگے''۔

اس حدیث سے سورۂ کوثر کا سبب نزول بھی معلوم ہوا اور لفظ کوثر کی صحیح تفسیر بھی یعنی خیر کثیر، اور یہ بھی کہ اس خیر کثیر میں وہ حوض کوثر بھی شامل ہے جو قیامت میں اُمتِ محمدیہ کو سیراب کرے گی۔ نیز اس روایت نے یہ بھی واضح کر دیا کہ اصل نہرِ کوثر جنت میں ہے اور یہ حوضِ کوثر میدانِ حشر میں ہوگا اس میں دو پرنالوں کے ذریعہ نہر کوثر کا پانی ڈالا جائے گا۔ اس میں اُن روایات کی بھی تطبیق ہوگئی جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حوض کوثر پر اُمت کا ورود دخول جنت سے پہلے ہوگا اور اس حدیث میں جو بعض لوگوں کو حوضِ کوثر سے ہٹا دینے کا ذکر ہے یہ وہ لوگ ہیں جو بعد میں اسلام سے پھر گئے یا پہلے ہی مسلمان نہیں تھے مگر منافقانہ اظہار اسلام کرتے تھے، آنحضرت ﷺ کے بعد اُن کا نفاق کھل گیا، واللہ اعلم

احادیث صحیحہ میں حوضِ کوثر کے پانی کی صفائی اور شرینی اور اُن کے کناروں کا جواہرات سے مرصّع ہونے کے متعلق ایسے اوصاف مذکور ہیں کہ دنیا میں ان کا کسی چیز پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

اس سورۃ کا نزول اگر کفار کے طعنوں کے دفاع میں ہو جیسا کہ مذکور ہوا کہ آپ ﷺ کی اولاد نرینہ فوت ہوجانے کی وجہ سے وہ آپ کو ابتر مقطوع النسل قرار دے کر کہا کرتے تھے کہ اُن کا کام چندروز ہے پھر کوئی نام لینے والا نہ رہے گا تو اس سورۃ میں آپ ﷺ کو کوثر عطا فرمانے کا ذکر جس میں حوض کوثر بھی شامل ہے ان طعنہ زنوں کی مکمل تردید ہے کہ ان کی نسل ونسب صرف یہی نہیں کہ دنیا کی عمر تک چلیں گی بلکہ اُن کی روحانی اولاد کا رشتہ محشر میں بھی محسوس ہوگا جہاں وہ تعداد میں بھی تمام اُمتوں سے زیادہ ہونگے اور انکا اعزاز واکرام بھی سب سے زیادہ ہوگا۔

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ، انحر نحر سے مشتق ہے، اونٹ کی قربانی کو نحر کہا جاتا ہے جس کا مسنون طریقہ اس کا پاؤں باندھ کر حلقوم میں نیزہ یا چھری مار کر خون بہا دینا ہے جیسا کہ گائے بکری وغیرہ کی قربانی کا طریقہ ذبح کرنا یعنی جانور کو لٹا کر حلقوم پر چھری پھیرنا ہے۔ عرب میں چونکہ عموماً قربانی اونٹ کی ہوتی تھی اس لئے قربانی کرنے کے لئے یہاں لفظ وانحر استعمال کیا گیا۔ بعض اوقات لفظ نحر مطلقاً قربانی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس سورۃ کی پہلی آیت میں کفار کے زعم باطل کے خلاف رسول اللہ ﷺ کو کوثر یعنی دنیا وآخرت کی ہر خیر اور وہ بھی کثیر تعداد میں عطا فرمانے کی خوشخبری سُنانے کے بعد اس کے شکر کے طور پر آپ ﷺ کو دو چیزوں کی ہدایت کی گئی ہے۔ ایک نماز اور دوسری قربانی۔ //بقیہ صفحہ 7 پر.......//

ذکرِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

گذشتہ سے پیوستہ// پھر میں نے کہا کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، یقیناً وہ بہت زیادہ بخشنے والا ہے، وہ آسمان کو تم پر برستا ہوا چھوڑے گا، اور تمہاری امداد کرے گا، مالوں اور بیٹوں کے ذریعہ، اور تمہارے لیے باغات بنائے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا۔ (فتح الباری ۱۱/۱۱۸)

مغفرت کا تیسرا سبب عدم شرک یعنی توحید

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اے ابن آدم بے شک اگر تم زمین بھر گناہ لے کر میرے پاس آؤ پھر تم مجھ سے اس حال میں ملو کہ تم نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا ہے تو میں زمین بھر بخشش اور مغفرت لے کر تمہارے پاس آؤں گا''

توحید مغفرت کا عظیم سبب ہے جو شخص آخرت میں شرک سے اجتناب کر کے توحید کے ساتھ پہنچے گا گویا اس کے پاس مغفرت کا سب سے عظیم سبب ہوگا، اور جس کے پاس توحید نہ ہوگی اس کی مغفرت کی کوئی صورت نہ ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''إن اللہ لایغفر أن یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء'' (النساء:۴۸) بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو معاف نہیں فرماتے، اور اس کے علاوہ کو جس کے لیے چاہیں گے معاف فرمادیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث شریف میں جو فرمایا گیا ہے کہ جو شخص توحید کے ساتھ زمین بھر خطا اور گناہ لے کر آئے گا اللہ تعالیٰ اس سے زمین بھر مغفرت کے ساتھ ملیں گے، یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے اگر چاہیں گے تو معاف فرمادیں گے اور چاہیں گے تو اس کے گناہوں پر گرفت فرمائیں گے، لیکن اسے کافروں اور مشرکوں کی طرح ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں نہیں ڈالا جائے گا، بلکہ وہ اپنے گناہوں کی سزا کے بقدر جہنم میں رہے گا، پھر اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمادیں گے۔

بے فائدہ مال ضائع کرنے کی مذمت: حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ: اللہ رب العزت نے سات چیزوں کو نفرت کے ساتھ ممنوع قرار دیا ہے (۱) ماں کی نافرمانی (۲) لڑکیوں کو زندہ زمین میں دفن کرنا (۳) تم پر دوسرے کا جو حق لازم ہے اس کو نہ دینا (۴) جس پر تمہارا حق نہیں اسکو زبردستی لینا (۵) بے مقصد بحث ومباحثہ کرنا (۶) بے ضرورت کثرت کے ساتھ سوال کرنا (۷) فضول خرچی و بے موقع مال ضائع کرنا۔ (بخاری ۲/۲۰۰)

www.khanqah.in

دردِ ناف کیا ہے؟

حکیم محمد خورشید عالم۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

انسانی بدن میں ناف کا مقام ایک بہت ہی خاص اہمیت کا حامل ہے، ناف کیا ہے؟ یہ سارے بدن کی جملہ رگوں وپٹھوں کا مجموعی مرکزی مقام کہلاتا ہے، ناف اگر اپنے اصلی مقام پر ہوگی تو سارے بدن کا نظام بھی دُرست رہے گا اور معدہ اپنے افعال درست طور پر انجام دے گا تو ہی افزائش مادہ تولید منی کا نظام بھی درست رہے گا اور بدن کی صحت اور تندرستی قائم رہے گی، ناف کا اپنے اصلی مقام پر ہی رہنا صحت کیلئے نہایت ہی ضروری عمل ہے، ورنہ انسانی صحت تندرستی پر قائم نہیں رہ سکتی ہے، کئی امراض جنم لیتے ہیں۔

ورزش کرنے والا بدن ہمیشہ صحت مند وقوی ہوا کرتا ہے تو ہی معدہ بھی صحت مند وقوی ہوا کرتا ہے اور ورزش کرنے والے بدن میں بادی اور بیکار فاسد مادے جمع ہونے نہیں پاتے۔ جس کا معدہ صحت مند وقوی ہوگا اس کے بدن کا مجموعی نظام مرکزی مقام ناف بھی مضبوط اپنی اصل جگہ پر قائم رہے گا اور مادہ تولید منی کا نظام بھی بالکل دُرست ہوگا۔ اسکے برعکس جب بدن میں قبض وتبخیر معدہ کی وجہ سے منی کے نظام عمل کے بگاڑ سے جب منی پتلی ہوجاتی ہے تو بدن کا مرکزی مقام ناف بھی کمزور ہوجاتی ہے اور کبھی اتفاق سے جب کبھی لاپرواہی حد سے زیادہ وزن اُٹھانے سے ناف اپنے اصل مقام سے ہٹ جاتی ہے اور اگر زندگی میں ایک مرتبہ ناف ہٹ جائے تو یہ بار بار غلطی سے زیادہ وزن اُٹھانے سے ہٹتے ہی رہتی ہے، اس کا علاج خاص طور موثر طریقے سے صرف ناف کو بٹھانے سے ہی ناف اپنی اصلی جگہ پر بیٹھ جاتی ہے ورنہ یہ بہت ہی کم وبیش صرف دواؤں سے ہی یہ بیٹھتی نہیں بلکہ مریض کا زندگی کا قیمتی وقت کو ضائع کرنا، تکالیف میں زیادتی کرلینا بلکہ صرف دواؤں سے ہی بٹھاتے ہیں اور بعض لوگ ہاتھ یا پاؤں کے رگوں کے میزان سے ناف کو اپنی جگہ بٹھاتے ہیں، مالش یا رگوں کو کھینچ کر اکثر عورتیں یا مرد اپنے سیدھے ہاتھ سے زیادہ وزن ایک ہاتھ سے اُٹھانے کے عادی ہوتے ہیں اور یہی لاپرواہی کے سبب ناف اپنے مقام سے ہٹ جاتی ہے۔ یہ ناف تو صرف بٹھانے سے ہی اپنے اصل مقام پر بیٹھ جاتی ہے تو ہی آرام ملتا ہے ورنہ اس کے برعکس اگر صرف مریض دواؤں کے ذریعہ سے ہی علاج کروانے کی کوشش کرے تو عمر بھر کا مریض بن جائیگا، اکثر لوگ معمولی ناف کے درد کو آپریشن کروالیتے ہیں بعد میں جو زندگی بھر بیمار و پچھتاوے کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوجاتے ہیں، لیکن یہ ناف کے درد کی طرف توجہ ہی نہیں دے پاتے ہیں، ناف اپنے مقام پر درست ہوگی تو بدن کی صحت ونظام معدہ کے افعال درست انجام پائیں گے ورنہ بدن انسانی کے نظام میں خلل واقع ہوگا۔ صحت کئی امراض میں مبتلا ہوگی، ناف 4 طرح سے اپنے اصل مرکزی مقام سے ہٹ جاتی ہے:

فکر صحت

(۱) ناف جب نیچے کو ہٹ جائے تو معدہ سے پیچش نما خون کے پاخانے لگتے ہی پیٹ میں شدت کا درد ہوگا اور پیروں کی پنڈلیوں میں بے حد تکلیف کا احساس ہوگا۔ خون کے بہہ جانے سے کمزوری وچکر و بدن کی قوت میں کمی واقع ہونے لگتی ہے۔

(۲) ناف جب اوپر کو ہٹ جائے تو معدہ میں قبض کی شکایت لاحق ہوگی، بھوک نہیں لگتی، ہاضمہ درست نہیں ہوگا پیٹ میں قبض اور درد و تکلیف کا احساس ہمیشہ رہیگا، بدن درد، گردن کا درد، بھوک کی کمی لاحق ہوگی۔

(۳) ناف جب سیدھے بازو یا بائیں بازو کو ہٹ جائے تو دردِ شکم کا احساس ہمیشہ رہے گا اور کبھی کبھی پاخانے کثرت سے آئیں گے اور ہاضمہ درست نہ ہوگا اور کبھی کبھی قے بھی ہونے لگتی ہے، درد کبھی قبض معدہ بھی لاحق ہونے لگتا ہے جس کی وجہ سے گردوں کا درد بھی لاحق ہوتا ہے اور کبھی درد گردہ کا اصل سبب بھی یہ ناف کی وجہ سے قبض ہوکر پیشاب و پاخانہ بھی رُک جاتا ہے اور کھائی ہوئی غذا اور پانی بھی قے کی شکل میں فوری بعد قے ہوجائیگی یا قے کرنے سے ہی مریض کو سکون حاصل ہوگا اور کبھی کبھی خون کا پیشاب بھی آتا ہے، ایسے کئی انواع واقسام کے مشاہدے دن بہ دن پیش آتے رہتے ہیں یہی ناف کی وجہ سے بدن کی صحت کا نظام درہم برہم ہوکر اور کئی امراض کی شکل میں رونما ہوتے ہیں۔

احتیاطی تدابیر میں خاص کر جب کوئی وزن اُٹھانے کا موقع آئے تو وزن اُٹھاتے وقت دونوں ہاتھوں کے برابر میزان سے اُٹھانے سے ناف نہیں ٹلتی، احتیاط آدھا علاج ہے۔ اس کا آسان علاج دیوار کا سہارا لے کر (آسن) سر کو نیچے اور پیروں کو اوپر اُٹھائیں، سر کے نیچے نرم تکیہ وغیرہ لیں جب تک گردن برداشت کرسکتی ہے وزن اسی طرح اُلٹا رہے جب برداشت نہ ہوسکے تب آسانی سے پھر سیدھا ہوجائیں، انشاءاللہ ناف اپنے اصل مقام پر آجائے گی۔ یا ناف پر روغن لگا کر مالش کرنے سے بھی ناف اپنے اصل مقام پر آجاتی ہے۔ ناف کو کئی طرح سے اپنی جگہ پر لایا جاتا ہے ہر ایک طریقہ مختلف ہوتا ہے۔

جوانوں کو آہِ سحر بخش دے

کہا جاتا ہے اور بالکل صحیح کہا جاتا ہے کہ نوجوان کسی بھی قوم کیلئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، قوموں کا مستقبل اُن سے وابستہ ہوتا ہے، انقلابات اُن کے دَم سے آتے ہیں، عملی سرگرمیاں بیشتر اُنہیں کی ہوتی ہیں، اسلام چونکہ آفاقی اور عالمی مذہب ہے، اسلئے وہ نوجوانوں کو خاص اہمیت دیتا ہے، اس حدیث میں جوانی کی اہمیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ: ''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو، زندگی کو موت سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے، مالداری کو محتاجی سے پہلے، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور صحت کو بیماری سے پہلے'' ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے: ''قیامت کے روز ہر فرزند آدم سے کچھ سوالات ضرور ہونگے، عمر وزندگی کے بارہمیں سوال ہوگا، کہ کس کام میں گزاری اور صَرف کی، جوانی کے قیمتی لمحات کیسے گزارے، مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، علم کے مطابق عمل کیا یا نہیں؟ اسلام تمام انسانوں خصوصاً نوجوانوں کو یہ پیغام دیتا ہے وہ ایمانی رسوخ پیدا کریں، کفر وفسق اور عصیان وطغیان سے گریزاں ہوں، طاعات کی طرف راغب ہوں، بلکہ اسلام کہتا ہے کہ طاعاتِ الٰہیہ میں منہمک نوجوان قیامت کے روز عرش الٰہی کے سائے میں ہوگا، جہاں اسکے سوا کوئی اور سایہ میسر نہ ہوگا۔

تاریخ کی شہادت یہی ہے اصلاح وصلاح کی تمام تر تحریکات، کوششوں اور سرگرمیوں میں نوجوانوں کا رول سب سے اہم اور نمایاں رہتا ہے، سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے نوجوانی میں ہی اپنی قوم کے بُرے عقائد، بت پرستی، اصنام تراشی، گمراہی اور بدکرداری کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا اور بتوں کو پاش پاش کرنے کے بعد قوم کی آنکھیں ڈالکر یہ حقیقت واضح کی تھی کہ یہ وہ بت ہیں جن میں نہ نفع پہنچانیکی صلاحیت ہے اور نہ ضرر رسانی کی، تم پر تف ہو اور تمہارے ان ہاتھوں سے تراشے بے جان معبودوں پر تف ہو، تم عقل سے محروم ہو'' (سورۂ انبیاء:۶۶) حق گوئی کی سزا اُن کو آگ میں ڈالکر دی گئی، مگر اُن کے صبر واستقامت میں ذرا بھی کمی نہ آئی اور پھر اللہ کے حکم سے وہ مشتعل آگ اُن کیلئے ٹھنڈک وسلامتی بن گئی۔

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لائے، اس وقت وہ نوجوان تھے، پھر نبی بھی بنائے گئے، حضرت یوسف علیہ السلام کو عین عنفوان شباب میں مختلف مصائب سے گزرنا پڑا، قید وبند کی صعوبتوں کا سامنا ہوا، اُن کا صبر وثبات بے نظیر تھا، بالآخر اللہ نے اُن کو اپنی نعمتوں سے دُنیا میں بھی سرفراز کیا، ملک کے خزانے اُنکے سپرد کئے گئے، سورۂ کہف میں جن اہل حق کے ثبات ایمانی اور رسوخ دینی کا ذکر ہے وہ قرآن کے بقول ''چند نوجوان تھے جو اپنے ربّ پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے اُن کو ہدایت میں ترقی بخش دی تھی، ہم نے اُن کے دِل اس وقت مضبوط کردئے تھے جب وہ اُٹھے اور انہوں نے اعلان کیا کہ ہمارا ربّ تو بس وہی ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا ربّ ہے، ہم اسے چھوڑ کر کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں گے''۔ (کہف:۱۴۔۱۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پوری جوانی صبر وعزیمت کے کارناموں سے لبریز ہے، ہجرت کے موقعہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے باہر دُشمنوں کا قافلہ موجود تھا، کہ آپ کے نکلتے ہی نعوذ باللہ کام تمام کردیا جائے، مگر اللہ کے رسول نے حضرت علیؓ کو بلا کر فرمایا کہ تم میری چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سوجاؤ، میں تمہارے لئے جنت کی ضمانت لیتا ہوں، حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، میں ہمہ تن آمادہ ہوں، پھر حضرت علیؓ آپ کے بستر پر سوئے اور پھر چند دِنوں بعد قبا میں آپ سے آملے، قرآن کریم کی اس آیت کے اولین مصداق حضرت علیؓ ہی ہیں، جن میں فرمایا گیا ہے کہ '' کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو رضائے الٰہی کی طلب میں اپنی جان کھپا دیتے ہیں، ایسے بندوں پر اللہ بہت مہربان ہے''۔ (بقرہ:۲۰۷)

ہمارے موجودہ دَور کا بہت بڑا المیہ نوجوانانِ ملت کی بے راہ روی اور صحیح شعور سے محرومی ہے، وہ اپنی ذمہ داریوں سے بے خبر اور غافل ہیں، انہیں جو کردار ادا کرنا ہے، اور جو کام انجام دینا ہے اس سے ناواقف ہیں موجودہ حالت میں اُمت کو جو خطرات لاحق ہے اور اغیار کی طرف سے جو منظّم حملے ہورہے ہیں، ان کا اصلی مقابلہ نوجوان ہی کرسکتے ہیں، انہیں کو بیدار ہونا پڑیگا، ان ہی کی جرأت وعزیمت سے مشکل مرحلے سر ہوسکیں گے، اور الجھی گھتیاں سلجھ سکیں گی، اقبالؒ نے نوجوان کیلئے جو دُعا کی تھی، کاش بارگاہِ ایزدی سے اسے شرف قبولیت نصیب ہوجائے!

جوانوں کو آہِ سحر بخش دے
مرا عشق، میری نظر بخش دے

ضروری گذارش

اگلے ہفتہ یعنی 24 رجنوری 2014ء جمعۃ المبارک کو ہفتہ وار مبلغ کے دفتر میں تعطیل رہے گی، لہٰذا مبلغ کے قارئین کرام اُس شمارہ کا انتظار نہ فرماویں۔ مدیر

www.khanqah.in

آپ کے پوچھے گئے دینی سوالات

سوال: میری ماں احمدی گھرانے کی لڑکی ہے جس کی شادی غیر احمدی یعنی (مسلمان) سے طے ہوئی ہے۔ ہم اُس کے بیٹے ننہال جا کر وہاں پر کھانا وغیرہ کھاتے ہیں۔ یہ کس حد تک جائز ہے اور وہاں آنا جانا کیسا ہے؟

شاہد احمد۔ ضلع کولگام

جواب: وباللہ التوفیق۔ اللہ سلامت رکھے محترم دُنیا میں سب سے عظیم ترین دولت ایمان ہے، اور ایمان کا خلاصہ یہ ہے: "اَلتَّصْدِیْقُ بِکُلِّ مَاجَاءَ بِهِ الرَّسُوْلُ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ مُتَوَاتِراً وَ اِلْتِزَامُ اَحْکَامِهٖ وَ التَّبَرَّءُ مِنْ کُلِّ دِیْنٍ سِوَاهُ" (حاشیہ اکفار الملحدین)

ترجمہ: ان تمام چیزوں کو سچا ماننا جن کو رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم لے کر آئے ہیں اگر چہ وہ متواتر نہ ہوں اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے احکام کو لازم پکڑنا اور دین اسلام کے علاوہ ہر دین و مذہب سے برأت ظاہر کرنا۔

ابتداء میں تو والدین ذمہ دار ہیں، کہ اولاد کو دین اسلام کی بنیادی چیزوں سے واقف کرائیں اور بلوغ کے بعد خود اولاد ذمہ دار ہیں، کہ بقدر ضرورت علم دین حاصل کریں، اللہ کو پہچانیں اور آخری نبی حضرت محمد مدنی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی معرفت، محبت، عظمت اور اطاعت کے بارے میں علم حاصل کریں اور اہل حق سے رابطہ رکھے جو تقویٰ کے ساتھ دینِ اسلام پر چلتے ہوں۔

اس زمین پر سب سے زیادہ قابل قدر و ادب انسان ہے، جو بھی ہو اور جہاں بھی ہو، وہ اشرف المخلوقات ہے اور در حقیقت انسان وہی ہے جو بنی نوع انسان کا حقیقی ہمدرد اور خیر خواہ ہو۔ اس کا لحاظ کر کے میں ہر انسان کا دوست اور خیر خواہ ہوں اسی وجہ سے سب سے زیادہ قابل قدر تحفہ جو میں ہر انسان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں وہ انسان کے نام آخری ربّانی پیغام ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم تمام انسانوں تک بہت ہی زیادہ تکالیف برداشت کر کے لائے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بندوں کی بندگی بلکہ تمام مخلوقات کی بندگی سے بچ کر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت اللہ کے نازل کردہ ضوابط کے مطابق کی جائے اور بنیادی عقائد اسلام او رضروریاتِ دین پر ایمان لایا جائے اور ہر روکنے والی چیز کو بیچ سے ہٹا یا جائے مکمل اطاعت، فرمانبرداری اور تسلیم کا ظہور ہو۔

ان ہی بنیادی اور اَساسی عقائد میں ختم نبوت کا عقیدہ ہے اس سے مراد ہے کہ وحی الٰہی حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ گرامی پر پوری ہو چکی ہے اب کسی اور پر وحی نہیں اُترے گی اگر چہ صاف و شفاف طور پر یہ مضمون احادیث میں وارد ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے، اور دین اسلام کی نُصرت فرمائیں گے اور نصاریٰ اور یہود پر حُجّت تمام فرمائیں گے، اور یہ واضح ہو جائے گا کہ ہر انسان کو آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لانا ضروری ہے ورنہ نجات نہیں پائے گا۔

لیکن اس سب کچھ کے باوجود اُن پر جدید وحی کا نزول نہیں ہوگا، یہ قطعی اور یقینی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے ختم نبوت کی ایسی من گھڑت تشریح اور تاویل کی ہے جس سے ختم نبوت کے معانی مکمل طور پر بدل جاتے ہیں اور فتنوں کا ایک سیلاب رواں ہو گیا جس نے ہزاروں لوگوں کے ایمان کو تباہ کر دیا۔

یہ بات یاد رکھی جائے کہ جھوٹی تاویلات سے حقیقتیں بدل جاتی ہیں، غلط تشریحات سے باپ بیٹا اور بیٹا باپ ثابت ہو سکتا ہے۔ ایسے ہی باطل معانی و مطالب پہنانے سے من چاہی بات ٹھیک ثابت ہو سکتی ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ ہر دلیل دلیل نہیں۔ دینی امور میں دلیلِ حق وہی ہے جو قرآن وسنت اور اجماع اُمت کے اُس مفہوم کے مطابق ہو جو دَورِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے لیکر دَورِ حاضر تک کے جمہور مفسرین و محققین نے مراد لیا ہے۔

اس کے برعکس مرزا غلام احمد صاحب کا بیٹا مرزا بشیر احمد قادیانی صاحب لکھتا ہے اور ختم نبوت کا مفہوم بگاڑ دیتا ہے: "سیدنا محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سب نبیوں سے افضل اور نبیوں کی مہر ہیں، یعنی چونکہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اندر تمام کمالاتِ نبوت کامل طور پر جمع ہیں، لہٰذا آئندہ کوئی شخص نبوت کے انعام سے حصّہ نہیں لے سکتا جب تک کہ وہ

> **ایمان سے بڑی کوئی دولت نہیں**
>
> ☆☆☆
>
> حضرت مفتی مظفر حسین صاحب قاسمی۔ مدظلہ العالی

آپ کی لائی ہوئی شریعت کا پابند نہ ہو۔ گویا سیدنا محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے روحانی کمالات کے حصول کیلئے آپ کی تصدیق مہر ضروری ہو گئی ہے" (تبلیغ ہدایت ص ۳۰۱، ۳۰۴ ملخصاً)

پھر اسی کتاب میں مرزا بشیر احمد، ایم۔اے صاحب لکھتا ہے: "ایسی نبوت دنیا پر یہ ظاہر کرتی ہے کہ آپؐ صرف نبی ہی نہیں بلکہ نبی گر بھی ہیں، آپ ایسا عالی مرتبہ رکھتے ہیں کہ آپ کے خادم بھی آپ کے فیض سے نبوت کا درجہ پا سکتے ہیں، یہ ہے ہمارا عقیدہ جو میں نے صاف صاف بیان کر دیا ہے تا کہ اس معاملہ میں کسی قسم کی غلط فہمی کا امکان نہ رہے"

(تبلیغ ہدایت ص ۳۰۳، ۳۰۴ ملخصاً)

آپ سے گزارش کی جاتی ہے کہ جس طرح آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس تباہی اور گمراہی سے بچایا ہے جیسا کہ خط سے اشارہ مل رہا ہے، ایسے ہی اپنی والدہ کو ادب اور فکر کے اہتمام کے ساتھ قادیانیت سے توبہ کرائیں، آپ کو اجر عظیم ملے گا اور کسی کی خدمت جب کہ وہ مخدوم بھی ہو دینی رہبری سے بڑھ کر کسی اور ذریعہ سے نہیں کی جا سکتی ہے۔ آپ دین حق خود سیکھیں اور پھر ایمان راسخ ہونے کے بعد اقارب کو دین حق کی دعوت دے دیں۔ فی الحال قادیانیوں کے ساتھ روابط قطع کریں، بُری صحبت کے بُرے نتائج غیر شعوری طور پر منتقل ہوتے ہیں، ان کا کفر والحاد شدید تر ہے کیونکہ یہ اسلام کا لبادہ اُوڑھے ہوئے ہیں جس میں بہت سنگین خطرات ہیں، اللہ ان کو بھی صحیح معنوں میں اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: ایصالِ ثواب کیلئے کوئی دِن مخصوص کرنا شریعت محمدیہ میں جائز ہے یا نہیں؟

شکیل احمد بٹ۔ پہلگام

جواب: حامداً ومصلیاً: وُرثائے میت کی تین روز تک تعزیت جائز ہے، اور عورت اپنے کسی عزیز و قریب کی موت پر سوگ کر سکتی ہے، یعنی زینت وغیرہ ترک کر دے اور شوہر کے انتقال پر چار ماہ دَس روز تک سوگ کر سکتی ہے۔ شامی میں ہے کہ: "کسی رشتہ دار کی موت پر تین روز تک سوگ منانا مستحب ہے، اس کا ثبوت صحیح حدیث سے ہے، رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے خدا اور آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کیلئے حلال نہیں کہ تین دِن سے زیادہ سوگ کرے البتہ شوہر کی وفات پر چار ماہ دَس روز تک سوگ منائے" عبارت اس طرح ہے "ویباح الحداد علی قرابة ثلاثة ایام فقط قال الشامی ای للحدیث الصحیح لا یحل لامرأة تؤمن بالله و الیوم الآخر ان تحد فوق ثلاث الا علیٰ زوجها فانها تحد اربعة اشهر وعشراً" (شامی جلد ۲/۱۵۸)

عالمگیری میں ہے، مصیبت کیوقت تین روز تک گھر میں بیٹھے رہنا جائز ہے، اور اسے ترک کرنا احسن ہے، لیکن نوحہ کرنا ناجائز ہے۔ اہل خانہ اور احباب و متعلقین اعزہ و اقارب وغیرہ جمع ہو کر مسنون سمجھے بغیر اور بلا پابندی رسوم کلمہ طیبہ کا ختم اور قرآن خوانی بغرض ایصال ثواب کریں تو اس کی گنجائش ہے مگر قبرستان وغیرہ میں اس اجتماع کیلئے اعلان قابلِ ترک ہے، اور اگر رسوم کی پابندی مقصود ہے بایں طور کہ دعوت دے کر لوگوں کو بلایا جائے اور ایسا نہ کرنے والے پر زبان درازی کی جائے اور اسے بُرا بھلا کہا جاوے تو یہ جائز نہیں ہے۔

شامی اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ میت کیلئے پہلے روز یا تیسرے روز یا ہفتہ کے بعد کھانا پکانا مکروہ ہے اور موسم (غمی کے مخصوص ایام) میں کھانا اُٹھا کر قبروں پر لے جانا بھی مکروہ ہے اور برائے ایصال ثواب قرآن خوانی یا سورۂ انعام یا سورۂ اخلاص پڑھنے کیلئے صالحین اور قراء کا اجتماع بھی مکروہ ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن خوانی کرنا اور اس وقت کھانے کا اہتمام مکروہ ہے اور اسی فتاویٰ بزازیہ کی کتاب الاستحسان میں ہے کہ صرف غرباء اور فقراء کیلئے کھانا پکانا بہتر ہے، "معراج الدرایہ" میں اس پر تفصیلی بحث ہے، اور اس میں بھی ہے کہ یہ سب امور شہرت و ناموری اور ریاکاری کیلئے ہیں پس ان سے اجتناب ہی چاہیے کیوں کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی مقصود نہیں ہوتی۔

مجموعہ فتاویٰ میں مولانا عبدالحی لکھنوی قدس سرّہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا فتویٰ نقل فرماتے ہیں۔

سوال: روز سوم یا پنجم مردم بطلب یا بلا طلب جمع می شوند و چند ختم کلام مجید می خوانند بعضے آہستہ وبعضے بآوازِ بلند در پیالہ خوشبو گل می اندازند و دیگر خصوصیات و رسوم بعمل می آرند چہ حکم دارد؟

جواب: مقرر کردن روز سوم وغیرہ بالتخصیص واورا ضروری انگاشتن در شریعت محمدیہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ثابت نیست صاحب نصاب الاحتساب آنرا مکروہ نوشتہ رسم دراہ تخصیص بگذارند و ہر روز یکہ خواہند ثواب بروح میت رسانند۔

یعنی تیسرے روز یا دیگر ایام کی تخصیص و تعین اور اسے ضروری اور لابدی سمجھنے کا ثبوت شریعت محمدیہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میں نہیں ہے صاحب نصاب الاحتساب نے اسے مکروہ کہا ہے، رسم کے طور پر مخصوص ایام کی تعین کو ترک کر دے اور دوسرے کسی دِن میں ایصال ثواب کرے۔

(مجموعہ فتاویٰ جلد ۳/۸۶)

خلاصہ یہ ہے کہ رسوم کی پابندی جیسے ناموری اور ریاکاری، برادری کا دباؤ مخصوص تاریخ یا دِن کی تعین اور لوگوں کو دعوت دے کر اجتماع کا اہتمام والتزام نہ ہو تو میت کے اعزہ و اقارب اور احباب و متعلقین بغرض ایصال ثواب قرآن خوانی کریں تو گنجائش ہے۔ منع نہیں۔ (عینی شرح ہدایہ جلد ۳/۶۰۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

نوٹ: اس شمارے میں شامل اشاعت مضامین و مراسلے وغیرہ سے ادارے کا ہر بات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ مدیر

www.khanqah.in

اسلام۔ مطلوب کیا ہے؟

مولانا محمد عیسیٰ منصوری۔ چیرمین ورلڈ اسلامک فورم لندن

اسلام اور قرآن کا مطلوب اسٹیٹ ہے یا انسانی بہبود کیلئے سرگرم معاشرہ؟ یہ اس وقت مسلم دُنیائے فکر وفلسفہ کا ایک بڑا سوال ہے، دونوں میں سے جس کو بھی نصب العین قرار دیا جائے، اس جدوجہد کے نتائج بالکل مختلف اور جداگانہ ہونگے، نزول قرآن کے بعد تقریباً ۱۳ سو سال تک یہ سوال پیدا نہیں ہوا تھا، یہ سوال گزشتہ صدی کے اوائل میں دُنیا میں مغرب کے عالمی اقتدار، سیاسی غلبہ اور فکر وفلسفے کی حاکمیت کی دَین ہے، اس سے پہلے مسلم معاشرہ ہر دَور میں قرآن وسنت اور سیرت نبویؐ سے غذا وطاقت اور ہدایت ورہنمائی حاصل کرکے بنی نوع انسان کی فلاح وبھلائی کے نصب العین کی طرف رواں دواں رہا، مسلمانوں کے سیاسی عروج وزوال اور عسکری وفتح وشکست سے قطع نظر مسلم معاشرے کے اندرونی توانائی اور طاقت اسکے خیر امت ہونے میں پنہاں تھی، اسکے خمیر میں ایسی قوت وتوانائی رکھ دی گئی تھی جو اسے انسانیت کی بہبود کیلئے جدوجہد میں مصروف رکھتی تھی اور معاشرے کی یہ اندرونی طاقت سیاسی وعسکری شکست وزوال کا فی الفور مداوا کرکے اسے دوبارہ کارگاہ حیات میں انسانیت کی راہنمائی اور اسکی بہبود کی راہ پر گامزن کردیتی تھی، رسول خداؐ اور قرآن نے مسلم معاشرے میں ایسی اسپرٹ پیدا کردی تھی جو اسے دنیوی نفع وضرر سے بے نیاز ہوکر پوری انسانیت کی سرفرازی، بہتری اور نفع کیلئے سرگرم رکھتی تھی۔

قرآن حکیم نے مسلم معاشرے کو خالق کی وحدت اور انسانی اخوت ومساوات کے عقیدے پر استوار کیا تھا، قرآن پاک چھ ہزار چھ سو آیات میں سے کوئی ایک آیت بھی کسی خاص ملک وقوم، یا عرب وعجم سے خطاب نہیں کرتی، بلکہ نوعِ انسانی سے خطاب کرتی ہے، قرآن کا نقطہ نظر قبائلی نہیں بلکہ عالمی ہے، وہ پوری انسانیت کی بہبود اور فلاح کی دعوت دیتا ہے اور اس کا مقصد ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا ہے جو کسی نسل اور قوم کے بجائے پوری انسانیت کے نفع اور بہتری کے تصور پر مبنی ہو، قرآن کے نزدیک مسلم معاشرہ اسی وقت صحیح معاشرہ ہوگا جب وہ پوری نوع انسانی کی بھلائی کیلئے سرگرم عمل ہو، قرآن کے نزدیک مسلمان خیر امت اسی لئے ہیں کہ وہ انسانی سوسائٹی میں معروفات یعنی اچھائیاں اور بھلائیاں عام کریں اور منکرات یعنی برائیوں اور ضرر سے بچاتے ہیں اور یہ سب کام کسی دُنیاوی غرض کیلئے نہیں بلکہ محض خالق کی خوش نودی کیلئے کرتے ہیں، یہی چیز مسلم معاشرے کی توانائی اور زندگی تھی جو ہر زخم کو مندمل اور ہر شکست کا مداوا کرتی رہتی تھی۔

نزول قران کے بعد تقریباً دوسو سال تک مسلم معاشرہ خدا کے ساتھ مستحکم تعلق اور بنی آدم کے ساتھ بھلائی کی بنیاد پر قائم رہا، ہر معاشرے کی طرح اچھے برے لوگ یہاں بھی تھے، باہم خون ریزیاں بھی چلتی رہتی تھیں، اقتدار اور وسائل کیلئے رسہ کشی اور لذات وشہوات کیلئے تگ ودَو بھی جاری رہتی تھی، مگر مجموعی طور پر مسلم معاشرہ اللہ اور رسولؐ کے ساتھ مستحکم تعلق اور نوع انسانی کی وحدت و بہبود کے دو پہیوں پر آگے بڑھتا رہا، یہ معاشرہ انسانیت کی خدمت کیلئے ہر قسم کے علوم وفنون، ایجادات واختراعات، ادارے، شعبے اور افراد مہیا کرتا رہا حتی کہ بنی امیہ کے زوال کے وقت جب ہر عربی بولنے والے کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا جارہا تھا، عین انہی حالات میں احادیث اور دیگر اسلامی علوم کی تدوین بھی ہورہی تھی، اجتہاد بھی ہورہا تھا اور مسلمان انسانیت کی بہتری کیلئے نئے نئے علوم وفنون کی ایجاد اور نئے نئے تجربات میں مصروف تھے، اسپین میں مسلم حکومتیں اکثر باہم برسرپیکار اور خانہ جنگی میں مبتلا رہیں، مگر مسلم معاشرہ برابر اپنا کام کرتا رہا، طبیعات، کمیسٹری، طب، ارضیات، فلکیات، تاریخ، جغرافیہ اور انسانیت کو نفع پہنچانے والے دیگر علوم وفنون سے مالا مال کرتا رہا، معاشرے کی یہی اندرونی روح وطاقت اسے ہر دَور میں انسانی بہبود کیلئے متحرک رکھتی تھی، بقول سر آرنلڈ کے جب کبھی مسلمانوں کی تلوار نے شکست کھائی، معاشرے میں پنہاں روح وتوانائی نے بہت جلد اس شکست کو فتح میں بدل دیا، تاتاریوں جیسے سفاک اور جابر دُشمن سے شکست فاش کے بعد ایسا لگتا تھا کہ اب اسلام کا دم واپسیں ہے، مگر چند ہی برسوں میں معاشرے کی اندرونی طاقت نے تاتاریوں کو حلقہ بگوش اسلام کردیا۔

جب ہم اسٹیٹ کے قیام کے نصب العین کیلئے قرآن وسنت اور حضرات انبیاءِ کرام کی زندگیوں کی طرف رجوع کرتے ہیں تو قرآن کی ایک آیت بھی براہِ راست، ہم سے اسٹیٹ کے قیام کا مطالبہ نہیں کرتی اور نہ کوئی واضح حدیث ہمیں اس کام کا مکلّف بناتی ہے، البتہ قرآن نے عمل صالح پر استخلاف فی الارض کا وعدہ کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ جب اہل ایمان کا اقتدار ملتا ہے تو وہ نماز وزکوٰۃ کو قائم کرتے ہیں، معروفات کو پھیلاتے ہیں اور منکرات سے روکتے ہیں، اور یہ بھی کہ اہل اقتدار حکومت کے قائم ہوجانے کے بعد اگر اللہ اور رسولؐ کے احکامات کے مطابق فیصلے نہ کریں تو قرآن اُنہیں ظالم، فاسق بلکہ کافر تک قرار دیتا ہے، قرآن نے جہاں تین انبیاءِ سابقین، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ صاحبانِ اقتدار کے طور پر کیا ہے وہیں واضح طور پر یہ بتادیا کہ یہ اقتدار ان کی کسی کوشش کے بغیر محض اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا، غور کا مقام ہے کہ جو قرآن سینکڑوں جگہ پر پیرائے اور اسلوب بدل بدل کر نماز، زکوٰۃ، اللہ کی راہ میں مال کے خرچ کرنے، تقویٰ، احسان، صبر اور دیگر اوصاف واعمال کی تلقین کرتا اور تاکیدی حکم بیان کرتی ہے اور انہیں ایک مسلمان کا مقصود ومطلب قرار دیتا ہے۔

اسی طرح ہزارہا احادیث میں سے کوئی ایک حدیث بھی واضح طور پر اسٹیٹ کے قیام کا مطالبہ نہیں کرتی بلکہ اس کے برعکس نفسانیت اور شرو فساد کے دَور میں بہت سی احادیث اقتدار اور حکومت کے جھمیلوں سے دور ہوکر اللہ ورسولؐ کی اطاعت، عبادات واعمال اور معاشرے کی تعمیر میں لگ جانے کی طرف راہنمائی کرتی ہیں اور قرب قیامت میں جب معاشرہ فساد کی انتہاء کو پہنچ کر خیر کو قبول کرنے کی استعداد کھودے گا، اس وقت معاشرے کی فکر کے بجائے اپنی ذات کو اللہ ورسولؐ کے حکم اور ذکر وعبادات پر جمانے کی ہدایت کرتی ہے، یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اسلام کے چودہ سو سالہ دور میں کسی صحابیؓ، تابعیؒ، مجتہد، محدث، عالم یا فقیہ اور بزرگ وولی نے قرآن وسنت اور سیرت سے اسلام کا نصب العین اسٹیٹ کا قیام نہیں سمجھا جس پر بیسویں صدی کے بعض مفکرین نے لٹریچر کے ڈھیر لگادیئے، ہمارے نزدیک اسلام جیسے واضح نصب العین رکھنے والے مذہب کی متعلق یہ تصور ہی ناقابل فہم اور گمراہ کن ہے کہ اسکی صحیح حقیقت ومعنویت یا نصب العین بیسویں صدی تک پردۂ خفا میں رہا۔

اگر اسلام پوری انسانیت کا مذہب ہے اور قرآن ''ھُدً ی للنّاس'' اور ''بلاغ للنّاس'' ہے یعنی تمام انسانیت کیلئے پیغام ہے اور پیغمبر اسلامؐ ''کافّۃً للنّاس بشیراً ونذیراً'' ہیں اور ساری نوع انسانی آپ کی امت دعوت ہے تو جس طرح ایک تاجر اپنا مال بیچنے کی خاطر بعض اوقات خریدار کی طرف سے ناگوار باتوں کو بھی گوارا کرلیتا ہے، اسی طرح داعی کو مدعو کے رویے سے صَرفِ نظر کرکے اور صبر وتحمل کا دامن تھام کر اپنا پیغام پہنچانا ہوگا، یہی کام مسلم معاشرہ ہر دَور میں خاموشی سے کرتا رہا۔

بقیہ: عورتوں کے حقوق......

پھر پہلے، دوسرے، تیسرے، چوتھے، پانچویں، چھٹے اور ساتویں آسمان کا حساب کون لگائے گا؟ پھر ساتویں آسمان کے اوپر جنت، پھر جنت اُٹھی عرش تک، اور پھر عرش کے اوپر......! لَا یَعْلَمُ اِلاّ اللّٰہ کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے کہ عرش کے اوپر کیا ہے۔ وہاں سے ایک تجلی پڑی موسیٰ علیہ السلام پر۔ اُن کے چہرے پر نہیں پڑی، پہاڑ پر پڑی، پہاڑ ریزہ ریزہ۔ موسیٰ علیہ السلام بے ہوش پڑے رہے۔ چالیس دِن تک، چالیس دِن تک ہوش نہیں آیا۔

ادھر کیا ہوا! چند سیکنڈ میں بیت اللہ سے بیت المقدس پہنچادیا۔ وہاں کیا ہوا حضور (ﷺ) نے جبرئیل کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیا تو پہلے قدم پر پہلا آسمان، دوسرے قدم پر دوسرا آسمان، تیسرے قدم پر تیسرا آسمان، اور ساتویں قدم پر ساتواں آسمان، پھر سدرۃ المنتہیٰ میں پہنچے، جہاں مخلوق کی حد ہوجاتی ہے، آگے مخلوق نہیں جاسکتی، وہاں جبرئیل نے کہا: بس۔ میری بھی بس۔ آگے میں بھی نہیں جاسکتا۔ اللہ نے اوپر سے تخت اُتارا، تخت پر بٹھایا، پھر اپنی قدرت سے تخت کو اوپر اُٹھایا، وہ عرش کو چیرتا ہوا اُٹھتا چلا گیا، عرش کے اوپر 70 ہزار پردے ہیں اُن کو اُٹھاتے چلے گئے اللہ تعالیٰ۔ اور اپنے ساتھ کھڑا کرکے اور اس پر اکتفا نہیں کیا کہ سامنے کھڑے ہوں بلکہ آگے فرمایا یَا حَبِیْبِیْ اُدْنُوْا مِنّیْ کہ میرے حبیب قریب آجاؤ، میرے قریب آجاؤ۔

جس رسول کا اتنا اونچا مقام ہو اسکے طریقے میں کتنی طاقت ہوگی، اور جو اس طریقے کو چھوڑ دیگا اسکو کہاں سے نجات ملے گی، اسکو کونسی نوکری، کونسی تجارت، کونسے عہدے نجات دیں گے؟

جس طرح نجات حضور اکرم (ﷺ) کے طریقے میں ہے اسی طرح نجات اُن حقوق میں ہے، سرخروئی دنیا وآخرت کی کامیابی اُن حقوق میں ہیں، جو حضور اکرم (ﷺ) نے عورت اور مرد کیلئے بتلائے ہیں یا مقرر کئے ہیں۔ حضور سے بہتر کوئی عادل نہیں، کوئی انصاف کرنیوالا نہیں، کوئی بہتر حقوق متعین کرنیوالا نہیں۔ اسلام میں عورت کے حقوق محض اتنے نہیں ہیں کہ اسکو کھانا دیا جائے، لباس دیا جائے اور اسکے اخراجات پورے کئے جائیں، بلکہ ان حقوق میں یہ بات شامل ہے کہ مرد عورت کے جذبات اور احساسات کا بھی خاص خیال رکھے اور اپنے برتاؤ سے انہیں مجروح کرنے کی کوشش نہ کرے اور عورت کو اپنا بھرپور پیار ومحبت دے، ایک روز نصیحت فرماتے ہوئے حضرت مولانا حمید اللہ صاحب دامت برکاتہم نے مجھ سے کہا کہ اگر انسان سنت جان کر اپنی بیوی سے پیار بھری باتیں کرتا ہے یعنی دل لگی کرتا ہے تو ہزار نفلوں سے بہتر ہے۔

بزرگوں سے سنا ہے کہ ایک دفعہ حضور (ﷺ) بازار سے جارہے تھے اور اُن کے دو مبارک ہاتھوں میں تیل کی دو بوتلیں تھیں، کبھی دائیں ہاتھ والی بوتل بائیں ہاتپ میں دیتے اور بائیں ہاتھ والی بوتل دائیں ہاتھ میں دیتے، ایک صحابی نے رسولِ خدا (ﷺ) کو راستے سے جاتے ہوئے جب یہ فعل کرتے دیکھا تو انہوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ) آپ یہ کیا کرر ہے ہیں؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین خوب جانتے تھے کہ حضور اقدس (ﷺ) کوئی فعل فضول نہیں بلکہ ان کے ہر عمل میں ایک درس اور ایک مقصد ہوتا ہے۔ اس لئے حضور اکرم (ﷺ) کے ہر عمل اور فعل کا بغور جائزہ لیتے اور اختیار کرلیتے، جہاں سمجھ میں نہیں آتا تھا وہاں دریافت بھی فرماتے اور پھر اس پر عمل کرتے۔ حضور اکرم (ﷺ) نے اس صحابی کے دریافت کرنے پر اُنہیں فرمایا کہ مجھے دو ازواج مطہرات نے تیل کی بوتل لانے کیلئے کہا ہے، اب اگر دو میں کسی کو دائیں ہاتھ سے دیتا ہوں اور کسی کو بائیں ہاتھ سے، تو اس زوجہ مطہرہ کے جذبات کو ٹھیس پہنچنے کا احتمال ہے، جس کو بائیں ہاتھ کی تیل والی بوتل دی جائے وہ سمجھے گی کہ ایک کی بوتل دائیں ہاتھ میں تھی اور دوسرے کی بائیں ہاتھ میں لائی۔

یہاں میں آپ سے اتنا بتاتا چلوں کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضیلت حاصل ہے اس لئے ہم بھی اگر کسی کو کوئی چیز دائیں ہاتھ کے بجائے بائیں سے پیش کریں تو اُسے ناگوار گزرتا ہے۔ یہ ہے عورت کے جذبات کا خیال رکھنا اسی واقعے سے متاثر ہوکر ایک انگریز نے تو اسلام قبول کرلیا تھا۔

www.khanqah.in

بقیہ: جواہر القرآن......

نماز بدنی اور جسمانی عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت ہے اور قربانی مالی عبادتوں میں اس بنا پر خاص امتیاز اور اہمیت رکھتی ہے کہ اللہ کے نام پر قربانی کرنا بُت پرستی کے شعار کے خلاف ایک جہاد بھی ہے کیونکہ اُن کی قربانیاں بتوں کے نام پر ہوتی تھیں۔ اسی لئے قرآن کریم کی ایک اور آیت میں بھی نماز کے ساتھ قربانی کا ذکر فرمایا ہے اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اس آیت میں وانحر کے معنی قربانی کرنا حضرت ابن عباسؓ، عطاءؒ، مجاہدؒ اور حسن بصریؒ وغیرہ سے مستند روایات میں ثابت ہے۔ بعض لوگوں نے جو وانحر کے معنی نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کے بعض ائمہ تفسیر کی طرف منسوب کئے ہیں اس کے متعلق ابن کثیر نے فرمایا کہ روایت منکر (نا قابلِ اعتبار) ہے۔

اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ لفظ شَانِئ کے معنی بُغض رکھنے والے عیب لگانے والے کے ہیں یہ آیت اُن کفار کے متعلق نازل ہوئی ہے جو رسول اللہ ﷺ کو ابتر مقطوع النسل ہونے کا طعنہ دیتے تھے۔ اکثر روایات میں عاص بن وائل، بعض میں عقبہ، بعض میں کعب بن اشرف اس کے مصداق ہیں۔ حق تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو کوثر یعنی خیر کثیر کہ جس میں اولاد بھی داخل ہے آپ ﷺ کے لئے اولاد کی کثرت اس لحاظ سے ہے کہ نسبی اولاد کہ ماشاء اللہ کچھ کم نہیں اور پیغمبر چونکہ پوری اُمت کا باپ ہوتا ہے اور پوری اُمت اُس کی اولاد روحانی اور آپ ﷺ کی اُمت پچھلے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی اُمتوں سے تعداد میں زیادہ ہوگی۔ ایک طرف تو ان دشمنوں کی بات کو اس طرح خاک میں ملا دیا۔ دوسری طرف یہ بھی فرما دیا کہ جو لوگ آپ ﷺ کو ابتر ہونے کا طعنہ دیتے ہیں وہ بھی ابتر ہیں۔

عبرت: اب غور کیجئے کہ رسول مقبول ﷺ کے ذکر کو حق تعالیٰ نے کیسی رفعت اور عظمت عطا فرمائی کہ آپ کے عہد مبارک سے آج تک پوری دنیا کے چپہ چپہ پر آپ ﷺ کا نامِ مبارک پانچ وقت اللہ کے نام کے ساتھ میناروں پر پُکارا جاتا ہے اور آخرت میں آپ ﷺ کو شفاعتِ کبریٰ کا مقامِ محمود حاصل ہوگا۔ اس کے بالمقابل دنیا کی تاریخ سے پوچھئے کہ عاص بن وائل، عقبہ، کعب کی اولاد کہاں اور ان کا خاندان کیا ہوا، خود اُن کا نام بھی اسلامی روایات کی تفسیری آیات کے ذیل میں محفوظ ہو گیا ورنہ دنیا میں آج اُن کا نام لینے والا کوئی باقی نہیں ہے فاعتبروا یا اولی الابصارِ☆

بقیہ: جواہر القرآن......

عراض کیا تو سارے قبط کا گناہ تمہارے سر آئے گا، اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مسلّم ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کریں گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ باہم ہم میں سے ایک دوسرے کو اللہ سے ہٹ کر اپنا ربّ بنائیں پھر اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلم ہیں۔''

مقوقس نامی بادشاہ یہ مکتوب سن کر بولا بیشک! یہی وقت ہے کہ وہ نبی جس کا انتظار تھا ظاہر ہوا ہو مگر میرا خیال تھا کہ وہ ملک شام میں پیدا ہوگا ہمیں تورات وانجیل سے ان کی صفات معلوم ہوئی ہیں کہ وہ صدقہ کا مال نہ کھائے گا البتہ ہدیہ قبول کرے گا غریب اور مسکین لوگ اس کے ہم جلیس ہوں گے اور اس کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی، مقوقس نے مکتوب نبوی کا جواب بھی لکھا اور کچھ تحفے تحائف کے ساتھ نہایت احترام سے حضرت حاطب بن بلتعہ کو روانہ فرمایا، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تحفہ قبول فرما لیا مگر مقوقس کے جواب میں فرمایا کہ مقوقس کو سلطنت کے لالچ نے اسلام سے محروم رکھا وہ یہ نہ سمجھا کہ سلطنت ناپائیدار چیز ہے۔

دارالعلوم سواء السبیل آپ کی خدمت..........؟

دارالعلوم سواء السبیل کھانڈی پورہ کولگام جو محتاج تعارف نہیں، پچھلے تیس سال سے اپنی منزلیں طے کرتے آرہا ہے۔ الحمدللہ ہزاروں کی تعداد میں اُمت مسلمہ کے ایمان ویقین اور علم وعمل کو بحر علم وعرفان سے پانی پلاتا رہا، جس کے نتیجے میں سینکڑوں حفّاظ وعلماء اور ائمہ پوری وادی میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اللہ کے فضل وکرم سے روز بروز یہ علمی وایمانی تشنگی بڑھتی ہی جارہی ہے اور طلباء کی تعداد بھی بڑھتی جارہی ہے۔

لیکن دوسری طرف دارالعلوم سواء السبیل میں طلباء کی رہائش کیلئے جگہ کی بہت زیادہ تنگی ہے۔ اس سلسلے میں اَب دارالعلوم میں کچھ تعمیراتی کام کا آغاز ہونے لگا، مسجد شریف کی تعمیر بھی زیر تکمیل ہے۔ اس سلسلے میں اہل خیر حضرات سے تعاون کی گذارش کی جارہی ہے، مثلاً: آپ اپنے والدین یا کسی رشتہ دار یا خود اپنے لئے صدقہ جاریہ کیلئے یہ کام کرسکتے ہیں کہ☆ ایک کمرہ آپ اپنے ذمہ لے سکتے ہیں۔☆ کھڑکیاں اور دروازے کی لاگت آپ دے سکتے ہیں۔☆ سیمنٹ یا لوہا خود لاسکتے ہیں یا اس کی لاگت دے سکتے ہیں۔☆ آپ ایک کمرے کیلئے اینٹیں فراہم کرسکتے ہیں۔☆ آپ مزدوروں کی مزدوری دینے میں حصہ لے سکتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ یہ سارا کچھ آپ دو یا تین مرحلوں میں بھی ادا کرسکتے ہیں۔

آپ کے خیر اندیش۔ خدّام : دارالعلوم سواء السبیل کھانڈی پورہ کولگام کشمیر

CHAND SOLARS

NEAR J&K BANK, T.P. BRANCH KULGAM

Cell No's: 9419639044, 9596106546

اپنے غرور سے باز آجا اس سے پہلے کہ تجھ پر مار پڑے!

پیرانِ پیر حضرت **شیخ عبدالقادر جیلانی** رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خطاب

تیری علیٰحدگی اور خدا سے غیر حاضر رہنے نے تجھ کو خدا کے ساتھ مغرور بنا دیا اپنے غرور سے باز آجا اس سے پہلے کہ تجھ پر مار پڑے، ذلیل کیا جائے اور مسلط کر دیئے جائیں، تجھ پر بلیات کے سانپ اور بچھو تو نے بلا کا مزہ نہیں چکھا پس ضرور ہوا کہ مغرور یعنی جو کچھ تیرے پاس ہے اس پر اترائے مت کہ یہ سب عنقریب جاتا رہے گا اللہ عز وجل فرماتا ہے یہاں تک کہ جب وہ لوگ اترائے اس مال ودولت پر جو ان کو دی گئی تھی تو ہم نے اچانک ان کو پکڑ لیا جو نعمتیں اللہ پاک کے پاس ہیں ان سے۔ بہرہ یابی صبر ہی کی بدولت ہوسکتی ہے اور اسی لئے اللہ پاک نے صبر کی جگہ جگہ تاکید فرمائی ہے فقر اور صبر دونوں جمع نہیں ہوسکتے مگر مومن کے حق میں۔ جو بندے محبّ ہوتے ہیں وہ تکلیفوں میں مبتلا کئے جاتے ہیں، پس صبر کرتے ہیں اور ان کو نیک کاموں کا بلا کے ساتھ ساتھ الہام کیا جاتا ہے اور جو جو نئی تکلیف ان کو ان کے رب کی طرف سے پہنچتی رہتی ہے وہ اس پر جمے رہتے ہیں اگر صبر نہ ہوتا تو تم مجھ کو اپنے اندر نہ دیکھتے میں گویا جال بنایا گیا ہوں جو پرندوں کا شکار کرتا ہے، رات بھر کیلئے میری آنکھیں کھولدی جاتیں اور دن میں میرے پاؤں سے جال چھڑالیا جاتا ہے۔ درآنحالیکہ آنکھیں بند رکھی جاتی ہیں اور میرا پاؤں جال میں بند ھا رہتا ہے (کہ کہیں جانہ سکوں اور نصیحت سے آزاد منشوں کو پابندِ شرع اور غلام حق بناتا رہوں) یہ تمہاری ہی مصلحت کیلئے ہے مگر تم پہچانتے نہیں اگر حق تعالیٰ کی موافقت (جو میرے ذمہ فرض ہے) نہ ہوتی تو کون عاقل ہے جو اس شہر میں بیٹھنا گوارا کرے اور اسکے باشندوں میں رہے کہ عام طور پر اس میں ریا ونفاق اور ظلم وشبہات وحرام کی کثرت ہے، حق تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکر گزاری اور نعمتوں سے فسق وفجور پر اعانت حاصل کرنا بڑھا ہوا ہے، کثرت سے وہ لوگ ہیں جو گھر میں بیٹھیں تو درماندہ بیکار بنیں اور دُکانوں پر آئیں تو بڑے پرہیز گار بنیں۔ کھانے پینے میں زندیق اور منبر پر آویں تو گویا صدیق ہیں، اگر حکم کا پابند نہ ہوتا تو میں بتا دیتا جو کچھ تمہارے گھروں میں ہے لیکن میرے لئے ایک بنیاد ہے جس کو تعمیر کی ضرورت ہے اور میرے بہت کچھ (روحانی) بچے ہیں جو تربیت کے محتاج ہیں، (پس نصیحت وتبلیغ کی بنیاد پر اصلاح خلق کی تعمیر اور مریدوں کی تکمیل وتربیت کیلئے مجھ کو پردہ پوش بنایا گیا ہے کہ لوگ متوحش نہ ہوں اور پاس آکر منتفع ہوتے رہیں، جو میرے پاس ہے اگر اس میں سے کچھ بھی میں کھولدوں تو وہ میرے اور تمہارے درمیان مفارقت کا سبب بن جائے میں اس حالت میں جسکے اندر اسوقت ہوں انبیاء ومرسلین کی طاقت کا حاجتمند ہوں مجھ کو ضرورت ہے ان کے سے صبر کی جو آدم علیہ السّلام سے میرے زمانے تک گذر چکے ہیں، میں حاجتمند ہوں ربانی قوت کا، اے میرے اللہ لطف اور مدد کر اور رضا نصیب فرما۔ آمین

تو دُنیا میں رہنے اور یہاں کے مزے اُڑانے کیلئے پیدا نہیں ہوا، حق تعالیٰ کی ناراضیوں کی جس حالت میں تو مبتلا ہے اس کو بدل تو نے اللہ کی اطاعت میں صرف لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ کہہ لینے پر قناعت کرلی ہے، حالانکہ جب تک اس کے ساتھ دوسری چیز (یعنی عمل کو) نہ ملائے گا یہ تجھ کو نافع نہ ہوگا۔ ایمان مجموعہ ہے قول کا اور عمل کا۔ ایمان نہ مقبول ہوگا اور نہ مفید جبکہ تو معصیتوں ولغزشوں اور حق تعالیٰ کی مخالفت کا مرتکب ہوگا اور اس پر اڑا رہے گا اگر نماز روزہ اور صدقہ اور نیکوکاریاں چھوڑیگا تو وحدانیت ورسالت کی محض گواہی کیا نفع دے گی؟ جب تو نے لا الٰہ الا اللہ کہا کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے تو توحید کا) مدعی تو بن گیا اب کہا جائے گا کہ بتا کوئی تیرا گواہ بھی ہے؟ وہ گواہ کیا ہے؟ حکم ماننا، ممنوعات سے باز رہنا، مصیبتوں پر صبر کرنا، اور تقدیر کے سامنے گردن جھکانا یہ اس دعوے کے گواہ ہیں اور یہ بھی حق تعالیٰ کیلئے اخلاص کے بغیر مقبول نہ ہوں گے کیونکہ کوئی قول قبول نہیں ہوتا بلا عمل کے اور کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا بغیر اخلاص اور سنت کے موافقت کے۔ اپنے مال سے جو کچھ ہوسکے فقیروں کی غم خواری کرو۔ اگر کسی چیز کے دینے کی طاقت ہو خواہ ذرا سی ہو یا بہت سی تو سائل کو واپس نہ کرو۔ عطا کو محبوب سمجھنے میں حق تعالیٰ کی موافقت کرو، اور شکر گزار بنو کہ اس نے تم کو اسکا اہل بنایا اور عطا پر قدرت بخشی، تجھ پر افسوس ہے جب کہ سائل اللہ عز وجل کا ہدیہ ہے (جو تیرے پاس بھیجا گیا ہے) اور تو اس کو دینے پر قدرت بھی رکھتا ہے تو ہدیہ کو اسکے بھیجنے والے پر کس طرح رد کرتا ہے؟ میرے پاس بیٹھ کر تو سنتا اور روتا ہے اور جب فقیر آتا ہے تو تیرا قلب سخت بن جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ تیرا رونا اور کان لگا کر سننا خالص اللہ کے واسطے نہ تھا میرے پاس بیٹھ کر سننا اولاً باطن سے ہونا چاہیے، پھر قلب سے اس کے بعد اعضاء کو نیکوکاریوں میں مشغول کرنے سے، جب تو میرے پاس آیا کرے تو ایسی حالت سے آیا کر کہ اپنے علم اور عمل اور زبان اور نسب اور حسب سے یکسو ہوکر اور مال اور اہل کو بھولا ہوا ہو، میر سامنے بیٹھ کر ماسوائے اللہ سے قلب کو برہنہ بنا، یہاں تک کہ خدا اس کو اپنے قرب اور فضل واحسانات کا جامہ پہنائے۔ میر پاس آنے کے وقت جب تو ایسا کرے گا تو اس پرندا جیسا بن جائے گا جو صبح کو بھوکا اُٹھتا اور شام کو پیٹ بھر واپس آتا ہے (کہ توکل کے دسترخواں سے بلا کسب شکم سیر ہوتا ہے) حق تعالیٰ کے نور سے قلب کو منور بنا اور اسی لئے جناب رسول اللہ حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ اے فاسق! ڈر مومن سے اور اپنے معاصی کی گندگی میں لتھڑا ہوا اسکے پاس مت آ کیونکہ وہ اللہ عز وجل کے نور سے اس حالت کو دیکھتا ہے جس میں تو ملوث ہے، وہ دیکھتا ہے تیرے شرک کو تیرے نفاق کو۔

www.khanqah.in

Vol. 15 No: 03 | 17 January 2014 | Friday

Decl. No: DMS/PUB/627-31/99
R.N.I. No: JKURD/2000/4470
Postal Regd. No: SK/123/2012-2014
Posting Date: 18-01-2014
Printed at: Khidmat Offset Press Srinager

Printer,Publisher: Maulana Hamidullah Lone
Editor: Hafiz Mushtaq Ahmad Thoker
Office: Madina Chowk Gawkadal Srinagar
Sub Office: Khandipora Katrasoo Kulgam
Jammu and Kashmir -192232
Postal Adress: Post Box No. 1390 G.P.O Srinager
Ph. No. 01942-2481821 Cell: 09906546004
e-mail: muballigmushtaq@gmail.com
muballig_mushtaq@yahoo.com.in

Widely Circulated Weekly News Paper
MUBALLIG
Kashmir

مُسلمانوں کے اختلافات کے دَس مذموم اَسباب

مولانا محمد اسلم شیخوپوریؒ

....

اہل حق کا اتحاد وقت کی ضرورت بھی ہے اور مجبوری بھی۔اگر انہوں نے اتحاد نہ کیا تو اہل باطل انہیں ایک ایک کر کے ختم کر ڈالیں گے،کبھی ایک جماعت پر ہاتھ ڈالا جائے گا کبھی دوسری پر،کبھی ایک مدرسہ کو طوق سلاسل میں جکڑ دیا جائے گا اور کبھی دوسرے کو،کبھی ایک ملک پر آتش و آہن کی بارش ہوگی، اور کبھی دوسرے پر،اتحاد و اتفاق وقتی مجبوری ہی نہیں اسلام کا دائمی حکم بھی ہے۔ اسلام نے اتحاد کی تعلیم دی ہے اور اختلاف سے بچنے کی بھی تلقین کی ہے۔اتحاد طاقت کا راز ہے اور اختلاف کمزوری کا سبب ہے، اتحاد سے شجاعت، ایثار اور محبت و اُخوت جیسے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور اختلاف سے بزدلی، خود غرضی، منافقت اور عداوت جیسی بیماریاں جنم لیتی ہیں مگر یہ بات ابتداء ہی میں جان لیجئے کہ ہر اختلاف مذموم نہیں، اگر اختلاف حدود کے دائرہ میں ہو تو نہ صرف اس کی اجازت ہے بلکہ وہ اُمت کیلئے رحمت ہے،خود انبیاء کرام علیہم السّلام کا یہ حال ہے کہ وہ اصول پر تو متحد ہیں مگر فروع میں ان کے درمیان بھی اختلاف رہا ہے۔حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السّلام دونوں نبی تھے اور باپ بیٹا بھی لیکن کئی مسلمان اور فیصلوں میں ان کا اختلاف ہوا،اسکے باوجود اللہ تعالٰی نے قرآن کریم میں اسی اختلاف کے پس منظر میں دونوں کی تعریف فرمائی ہے۔

اصل میں انسانی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں کچھ لوگ مزاج کے اعتبار سے شدت پسند ہوتے ہیں اور کچھ سہولت پسند ہوتے ہیں، نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ آسمان میں دو فرشتے ہیں ایک سختی کا حکم کرتا ہے اور دوسرا نرمی کا،اور دونوں حق پر ہیں۔ایک جبرائیل علیہ السّلام اور دوسرے میکائیل علیہ السّلام اور دونوں نبی ہیں۔ایک نرمی کا حکم کرتا ہے اور دوسرا سختی کا اور دونوں درستگی پر ہیں۔ایک ابراہیم علیہ السّلام اور دوسرے نوح علیہ السّلام اور میرے دو ساتھی ہیں،ایک نرمی کا حکم کرتا ہے اور دوسرا سختی کا اور دونوں صواب پر ہیں۔ایک ابوبکر اور دوسرا عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

انسانی مزاجوں،طبیعتوں اور عقل وفہم میں اختلاف کا نتیجہ،آراء اور رجحانات کے اختلافات کی صورت میں نکلتا ہے۔امت کا کوئی طبقہ ایسا نہیں جس میں اختلاف نہ ہوا ہو،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی اختلاف ہوا اور بعض اوقات یہ اختلاف بڑی شدت اختیار کر گیا لیکن ایک تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں اخلاص،للّٰہیت انتہا درجہ کی تھی، دوسرے ان سب کا مقصد رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت تھا،اسلئے ہمیں ان میں سے کسی پر بھی طعن کی اجازت نہیں۔صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ تابعین، تبع تابعین،فقہاء اور مجتہدین کے درمیان ہزاروں فقہی اور سیاسی مسائل میں اختلاف رہا لیکن ان اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کا اَدب و احترام ملحوظ رکھتے تھے۔یہ ان کے باہمی اَدب واحترام ہی کا نتیجہ ہے کہ آج تک امت کے سمجھدار لوگ ان کا تذکرہ اَدب واحترام ہی سے کرتے ہیں اور کسی کو ان کی شان میں گستاخی کی جرأت نہیں ہوتی،آپ نے کبھی کوئی ایسا حنفی دیکھا ہے جو امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ کو بُرا بھلا کہتا ہو؟ یا کوئی ایسا شافعی اور مالکی دیکھا ہے جو امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا نام احترام سے نہ لیتا ہو؟

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر اختلاف نہ مذموم ہے نہ ممنوع، ایسا اختلاف جو اخلاص،للّٰہیت اور اصولوں پر مبنی ہو اسکی نہ صرف یہ کہ شریعت نے اجازت دی ہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی ہے،مذموم اور ممنوع وہ اختلاف ہے جس کی بنیاد اخلاص اور للّٰہیت کی بجائے ریا اور نفسانیت پر ہو اور جو شر اور فساد کا سبب بنے،یہی وہ اختلاف ہے جو ہلاکت اور تباہی کا ذریعہ بنتا ہے،ایسا اختلاف جماعت،ملک اور ادارہ کی بنیادیں ہلا دیتا ہے،اللہ کی رحمت اُٹھ جاتی ہے اور مختلف صورتوں میں عذاب کا نزول شروع ہو جاتا ہے،مسلمانوں کی ہوا اُکھڑ جاتی ہے اور کافروں کے حوصلے بلند ہونے لگتے ہیں۔

اگر چہ آج کل ہر شخص اپنے اختلاف کو ''اصولی'' اختلاف اور اخلاص پر مبنی قرار دیتا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو امت مسلمہ کی جماعتوں،

> **اختلافات کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ اجزاء اور رسموں پر اصرار ہے،بعض بھولے بھالے لوگ دین کے کسی ایک جزء اور خاندان کی ایک رسم کو اس قدر اہمیت دیتے ہیں کہ اسے کفر و ایمان کے درمیان حدّ فاصل ٹھہرا لیتے ہیں اور اس کی خاطر ہر کسی سے لڑنے مرنے کیلئے تیار ہوتے ہیں۔ان لوگوں کا حال ان اندھوں جیسا ہوتا ہے جن میں سے کسی نے ہاتھی کے کان کو، کسی نے سونڈ کو، کسی نے پیٹ کو، کسی نے ٹانگوں کو اور کسی نے دُم ہی کو پورا ہاتھی سمجھ لیا تھا۔**

ملکوں اور افراد کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کے گیارہ بڑے اَسباب سامنے آتے ہیں۔کاش! ہم ان اَسباب سے چھٹکارا پا کر اُمت کو ''بُنیان مرصوص'' (سیسہ پلائی ہوئی دیوار) بننے میں مدد دے سکیں:

۱) اختلاف کا پہلا سبب نفس پرستی ہے، جب افراد اور جماعتیں خدا پرستی کی بجائے نفس پرستی شروع کر دیتی ہیں،تو تنازعات کا پنڈورا بکس کھل جاتا ہے،بہت سے گروہ اور لیڈر ایسے ہیں جو محض اپنی نفسانی اغراض کی وجہ سے امت کو ایک پلیٹ فارم پر متحد نہیں ہونے دیتے۔

۲) اختلاف کا دوسرا سبب ضد اور عناد ہے، جو کہ نفس پرستی ہی کا لازمی نتیجہ ہے،ہمارے ہاں بعض مسائل کا التزام صرف دوسروں کی ضد اور عناد میں کیا جاتا ہے۔

۳) اختلاف کا تیسرا سبب حسد ہے،بہت سے بے وقوف دوسروں کی عزت اور شہرت کو دیکھ کر جلتے ہیں، اور پھر اُن سے ''اصولی'' اختلاف شروع کر دیتے ہیں۔

۴) اختلاف کا چوتھا سبب تشخص ہے یعنی یہ خواہش کہ ہم اپنے لباس، ٹوپی،عمامے اور جھنڈے کے رنگ اور ڈیزائن کے اعتبار سے دوسروں سے جدا اور ممتاز نظر آئیں اور ہم اُمت کے سمندر کی موجیں بن کر اسی میں کہیں گم نہ ہو جائیں،کاش! وہ جان سکتے کہ وہ ؎

موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

۵) اختلاف کا پانچواں سبب اجزاء اور رسموں پر اصرار ہے،بعض بھولے بھالے لوگ دین کے کسی ایک جزء اور خاندان کی ایک رسم کو اس قدر اہمیت دیتے ہیں کہ اسے کفر و ایمان کے درمیان حدّ فاصل ٹھہرا لیتے ہیں اور اس کی خاطر ہر کسی سے لڑنے مرنے کیلئے تیار ہوتے ہیں۔ان لوگوں کا حال ان اندھوں جیسا ہوتا ہے جن میں سے کسی نے ہاتھی کے کان کو،کسی نے سونڈ کو،کسی نے پیٹ کو،کسی نے ٹانگوں کو اور کسی نے دُم ہی کو پورا ہاتھی سمجھ لیا تھا۔

۶) اختلاف کا چھٹا سبب حد سے بڑھی ہوئی شخصیت پرستی ہے،ایسے لوگ اپنے حضرت کے فرمودات کے مقابلے میں قرآنی آیات اور سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات کو بھی ٹھکرا دیتے ہیں۔(نعوذُ باللہ!)

۷) اختلاف کا ساتواں سبب کم ظرفی اور تنگ نظری ہے،جس کی وجہ سے ایک گروہ دوسرے گروہ کے وجود تک کو برداشت کرنے کیلئے آمادہ نہیں ہوتا۔

۸) اختلاف کا آٹھواں سبب معاشی مجبوری ہے،بعض بدبخت امت کو اسلئے متحد نہیں ہونے دیتے کیونکہ اختلافی مسائل ہی ان کا ذریعہ معاش ہیں، انہیں ان مسائل کے علاوہ کچھ آتا ہی نہیں۔جاہل عوام میں ان کی طلب اور شہرت صرف اور صرف ان کی اختلافی تقریروں کی وجہ سے ہوتی ہے،جن کا وہ منہ مانگا معاوضہ وصول کرتے ہیں۔

۹) اختلاف کا نواں سبب یہ ہے کہ نسلی اور لسانی تعصّبات ، اسلام دُشمنوں نے ان تعصّبات کو اس قدر ہوا دی ہے کہ قرآن کریم کے جو اوّلین مخاطب تھے یعنی عرب،ان کے ذہنوں کو بھی ان تعصّبات سے مسموم کر کے رکھ دیا ہے اور ان میں سے بعض نے کفار کے پروپیگنڈا کے نتیجہ میں عجمی مسلمانوں کو عربوں سے کم تر سمجھنا شروع کر دیا ہے۔

افسوس یہ کہ تعصّب بھی ان کے کسی کام نہ آسکا اور نہ ہی ان کے درمیان اتحاد کی مضبوط بنیاد ثابت ہو سکا اور آج وہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور ملکوں میں تقسیم ہو کر اپنی طاقت اور ہیبت کو گنوا بیٹھے ہیں۔

۱۰) امت کے درمیان پائے جانے والے اختلاف کا دسواں اور آخری سبب ملکی سرحدیں ہیں،جنہیں بعض وطن پرست ایمان سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہیں، جب کہ قرآنی حقائق اور نبوی فرمودات پر ایمانی نظر رکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ ملکی،قومی،لسانی،نسلی،خاندانی،جماعتی اور گروہی تعلقات اور رشتوں سے کہیں زیادہ اہمیت ایمانی رشتہ کو حاصل ہے۔

یہی رشتہ ہے جس نے فارس کے سلمان رضی اللہ عنہ،حبشہ کے بلال رضی اللہ عنہ،روم کے صہیب رضی اللہ عنہ،نینوا کے عداس رضی اللہ عنہ،غفار کے ابوذر رضی اللہ عنہ،دوس کے طفیل رضی اللہ عنہ،بنو اُمیہ کے ابوسفیان رضی اللہ عنہ،طائی کے عدی رضی اللہ عنہ اور جعشم کے سراقہ رضی اللہ عنہ کو بھائی بھائی بنا کر قیصر و کسریٰ کے سامنے ایمان اور استقامت، جرأت اور شجاعت کا مضبوط پہاڑ بنا کر کھڑا کر دیا تھا جس سے ٹکرا کر وقت کے فرعون اور نمرود اپنی موت آپ مر گئے تھے۔

اے کاش! ملکی اور بین الاقوامی سطح پر ایک بار پھر اہل حق اسی اتحاد کا مظاہرہ کر سکیں تا کہ دَورِ حاضر کے دجّال اور نمرودان کے سامنے ناک رگڑنے پر مجبور ہو جائیں ؎

یک حرفے کاش کہ صد بار نوشتہ ایم